شعرِ کبیرؒ

یعنی

ڈاکٹر رامکمار ورما، پروفیسر و سابق صدر شعبۂ ہندی، الہ آباد یونیورسٹی کی تالیف

"کبیر پداولی" کا اُردو ترجمہ

مع

مقدمہ و حواشی

از

محمد انصار اللہ

۱۹۷۹ء

اتر پردیس اردو اکیڈمی

کے

مالی اشتراک

سے

شائع ہوئی

اشاعتِ اول ۱۹۷۹ء

تعداد چھ سو

قیمت دس روپے

مطبع لیتھو کلر پرنٹرس، علی گڑھ

ناشر محمد انصار اللہ (مترجم)

ملنے کے پتے:

بیت الابصار، ۴/۵۸۵، سر سید نگر، علی گڑھ

یوپی اردو اکاڈمی، ۲۱-آر، کے، ٹنڈن روڈ، لکھنؤ

डा० रामकुमार वर्मा

साकेत
४, प्रयाग स्ट्रीट
इलाहाबाद-२
दिनांक १७-३-७७

Dear Dr. Mohd. Ansarullah

.... I appreciate your talent for literature. I gladly accord my permission for the translation of 'Kabir Padavali.'

Kindly send its copy when printed. With regards,

Yours Sincerely
Ram Kumar Varma

پروفیسر گیان چند صاحب
کے نام

صفحہ

دِل آئینہ ہے تو اِس آئینے کو رونق دے
جو آنکھ دی ہے تو پھر خواب بھی دِکھا کوئی

بھٹکتے رہنے کی سب منزلیں تمام ہوئیں
مرے خدا مجھے رستا بھی اب دِکھا کوئی

(مشفق خواجہ)

عرضِ مُترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ڈپٹی کلب حسین خاں نادرؔ نے "تلخیصِ معلّا" (تالیف ۱۲۸۰ھ/ ۱۸۶۳ء) میں زبانِ ہندی (اردو) کے شیریں ہونے کی وجہ اِس طرح بیان کی ہے کہ:

"حضرت آدم صفی اللہ علیہ وعلیٰ نبینا و آلہ الصلوٰۃ والسلام کا ورود بہشت سے پہلے ہندوستان ہی میں ہوا اور تکلّم آپ کا ابتدائً اِسی ملک میں واقع ہوا۔" (صفحہ ۶۵)

یہ بات مسلمانوں میں بہت پہلے سے مشہور چلی آتی تھی۔ پروفیسر سید حسن عسکری نے ایک موقع پر لکھا ہے کہ:

"پندرھویں صدی عیسوی (نویں صدی ہجری) کی تصنیف 'مناقبِ محمدی'، یعنی سوانحِ حضرت سید محمد امجھری (امجھر ضلع گیا) مرتبۂ علی شیر شیرازی قادری مریدِ خاصِ حضرت امجھری کا باب ششم

"... دست بدعا ہوں کہ خدائے پاک اپنا کرمِ خاص ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رکھے۔ آپ نے بیحد پریشان کن حالات میں جس لگن کے ساتھ کام کیا ہے اُس کی مثالیں کم ملتی ہیں اور اسی وجہ سے میرے دل میں آپ کی بے پناہ قدر ہے۔"

رشید حسن خاں (دہلی)

"مناقبِ ہندی" کی تصنیف سے یقینی طور پر پہلے کا ہے اور اِس کتاب میں اُن سے یہ فقرہ نقل کیا گیا ہے کہ

"بعضی از محققان نوشتہ اند"

اگرچہ اُن "بعضی از محققان" اور اُن کی تصانیف کا ہمیں علم نہیں لیکن اُن کو آٹھویں صدی ہجری (چودھویں صدی عیسوی) یا اُس سے بھی قبل کے زمانے سے متعلق سمجھنا چاہیے۔ اور نتیجہ کے طور پر یہ قیاس بیجا نہیں معلوم ہوتا کہ زبان کے بارے میں جن خیالوں کا اظہار حضرت انجھری نے کیا ہے وہ ہندوستانی مسلمانوں میں اور بھی پہلے سے عام ہو رہے تھے۔

سکندر لودی نے جس کا زمانہ "مناقبِ محمدی" کی تصنیف کے کچھ ہی بعد کا ہے حضرت آدمؑ کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کا مزار موجودہ اجودھیا اسٹیشن کے پیچھے تعمیر کرا کر گویا اُس مقام کی بھی نشاندہی کر دی جہاں مذکورہ عقیدے کے مطابق حضرت آدم نے "ابتداءً" تکلم فرمایا تھا۔ اِس طرح شعوری اور غیر شعوری طور پر ایک مخصوص نقطۂ نظر کے مطابق اُس جگہ کا تعین بھی ہو گیا جہاں سے زبانِ آدم یا بہ الفاظِ دیگر زبانِ ہندوی نکل کر ہر چہار سمتوں میں پھیلی تھی۔ ہندوستان کے قدیم تر باشندوں کے عقیدے کے مطابق بھی اجودھیا کو مرکزی اور امتیازی حیثیت حاصل رہی ہے۔ بعض جدید قیاسوں کی بنیاد پر اِن قدیمی روایتوں کو یکسر نظر انداز کر دینا

در بیانِ کلام و الفاظِ آنحضرت بھی قابلِ لحاظ ہے... ہندی زبان کی خصوصیت کے متعلق پیر و مُرید سے گفتگو ہوتی ہے:

"عرض داشتیم، یا سیدنا! در لغاتِ ہند از ہر زبان ہا حروف بیشتر است چنانچہ کسی غیر از مردانِ ایں اقلیم نتواند ہمہ حروفِ ایں دیار ادا نمود مثلِ ایناں ــــ فرمود، مہتر آدمؑ را خدا از بہشت در سراندیل افگند و او بہ ہر زبانہا واقف بود۔ قال اللہ تعالیٰ:

عَلَّمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا، دال بر آں است، ہر گفتاری کہ خواستی سخن گفتی۔ در لُغتِ ہند از حروف بسیار شد کہ مشتمل بر زبانہا ست و بعضی از محققان نوشتہ اند، صحفِ آدم نیز بزبانِ ہندوی بود... فرزندانِ ابو البشر بعضی یک لُغت اخذ کرد و بعضی دو چہار لُغت تا نوحؑ۔ او نیز از ہمہ زبانہا تکلم کردی... ہر گاہیکہ از ہند ہمہ لغت بیروں گشتہ رومی و فارسی زبانہا وغیرہ ہمانا نامزد شدند، زیں موجب ہندیاں می توانند ہر زبان بیاموزند مانندِ صاحب آں زبان، و دیگراں را گو بہ ہندی رغبت افتد چنانکہ نگویند کہ زادۂ ہند گوید" (معاصر ۱۴/صـ۷۹ تا ۸۰)

اِس اقتباس میں حضرت انجھری نے بات جس طرح کہی ہے اُس سے اِس امر کی غمازی ہوتی ہے کہ وہ خود کو "زادۂ ہند" سمجھتے تھے۔ اُن کا زمانہ

ابتدائی نشو و نما میں صوفیائے کرام کا کام" میں نقل کیا ہے :

" و گمان مے کنند کہ ہیچ اولیاء اللہ بہ زبانِ ہندی تکلّم نہ کردہ،
زیرا کہ اول از جمیع اولیاء اللہ قطب الاقطاب خواجہ بزرگ
معین الحق والملّۃ والدین قدس اللہ سرہٗ بدیں زبان سخن
فرمودہ، بعد ازاں حضرت خواجہ گنج شکر قدس اللہ سرہٗ
در زبانِ ہندی و پنجابی بعضی از اشعار نظم فرمودہ چنانکہ
در مردم مشہور اند ... و ہمچناں ہر یکی از اولیاء بدیں زبان
تکلّم می فرمودند تا کہ عہدِ خلافتِ ایشاں بالحقق دقتی (یعنی ملک
محمد جایسی) رسید و وی دریں زبان بسیاری از مصنفات،
از رسایل و مطولات تصنیف فرمودہ "

یہاں اِن تمام بزرگوں کے ارشادات اور اِن کی زبان سے بحث کی
گنجایش نہیں ہے اِس لیے حضرت خواجہ بزرگ اجمیریؒ سے متعلق
صرف ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے کہ جب ایک برہمن نے
آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر "زبانِ بتصدیقِ کلمۂ اسلام" کھولی تو

"خواجہ او را "شادی دیو" نام نہاد و بتکمیل رسانید و
شادی دیو در ہندی بمعنی فرحت دہندہ است" (خزینۃ الاصفیا ۱/۲۶۰)

لفظ "دیو" بمعنی دو [فعل دینا سے صیغۂ امر] اُسی علاقے کی بول
چال سے تعلق رکھتا ہے جس کا سطورِ بالا میں ذکر کیا گیا ہے۔

اِس موقع پر ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب ہے

علمی احتیاط اور انصاف سے بعید ہے۔

باہر سے آنے والے مسلمانوں کی نظر میں اودھ کے علاقے کی
اہمیت تھی۔ یہ بات اِس طرح بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہاں بہت قدی
زمانے سے مسلم آبادی کا سراغ ملنے لگتا ہے۔ حضرت نصیر الدین اود
جن کو بعد کے زمانے میں "چراغِ دہلی" کہا گیا دہلی میں رہنے کے باوجو
اودھ کے "مزار ہا و انبستان" کو یاد کرتے رہے جہاں وہ نمازِ فجر کے
بعد مزاروں کے ساتھ "مشغول" رہا کرتے تھے (خیر المجالس ص ۱۷۱)
اُنھوں نے اودھ میں ایک "برہ پُز" (بڑے پکانے والے) کی دوکان
کا بھی ذکر کیا ہے۔ کھانے پینے کی چیزوں کے دوکان پر پکائے اور
بیچے جانے کے معنی یہ ہیں کہ اُس قدیم زمانے میں اُس علاقے میں
مسلمانوں کی بہت اچھی آبادی قایم ہو چکی تھی۔ اُس علاقے میں خصوصی
کے ساتھ مسلمانوں کے آباد ہونے میں اُس عقیدت کو بھی ظاہراً دخل
تھا جس کا ذکر "مناقبِ محمدی" کے مذکورہ اقتباس میں ملتا ہے۔ اُس
عقیدت کے سبب اُس عہد میں ہندوستان میں وارد ہونے وا
تمام مسلمانوں کو علی العموم اُس علاقے کی زبان سے جو خصوصی تعلق خا
ہو سکتا تھا اُس کا اندازہ "شارحِ اکھروٹی"؂ کے اُس بیان سے بھی
ہوتا ہے جو مولوی عبدالحق مرحوم نے اپنے عالمانہ رسالے "اردو ک

؂ "اکھروٹی" ملک محمد جایسی کی مشہور تصنیف ہے۔

اہلِ دکن "ہند" کہہ کر شمالی ہندوستان مراد لیتے تھے لیکن خود شمالی
ہندوستان میں اہلِ بنگال اور اہلِ پنجاب نے بھی اپنے علاقے سے الگ
"ہند" کا ذکر کیا ہے۔ بایں ہمہ جب اِس وسیع و عریض ملک کا ایک وحد
کے طور پر ذکر آیا ہے تو اِس میں پنجاب، بنگال اور دکن سب کو شامل
تسلیم کیا گیا ہے اِسی طرح جب اِس ملک کی تمام بولیوں کے لیے ایک
مشترک اصطلاح کی ضرورت پیش آئی ہے تو اُن کو ہندیہ، ہندوی
ہندی کہا گیا ہے لیکن جب بھی اُس مخصوص بولی کا ذکر مقصود ہوا ہے جو
دکنی، پنجابی، بنگالی وغیرہ سے مختلف اور ممیز تھی اور شمالی ہند کے
وسطی علاقے میں رایج رہی ہے تو اُس کے لیے بھی ہندی، ہندوی یا
ہندیہ کے الفاظ ہی بولے اور لکھے گیے ہیں اور یہ امر واقعی ہے کہ اِسی
زبان کے شاعر کی حیثیت سے ملک محمد جایسی ممتاز تھے۔ واقعہ بھی
یہی ہے کہ اِس مخصوص زبان کا ہی یہ استحقاق ہے کہ اِس کو ہندی
ہندوی یا ہندیہ کہا جاے کیونکہ مختلف زمانوں میں اِس زبان میں ا
تصانیف وجود میں آتی رہی ہیں جن کو ملک ہندستان کے طول و عرض
میں ہر طرف قبولِ عام حاصل رہا ہے۔ مُلّا داؤد کی "چنداین" دلّی اور
تک میں پڑھی اور سمجھی گیی۔ کبیر کے دوہوں نے پنجاب تک کے علاقے میں
رواج پایا۔ تلسی داس کی "رام چرت مانس" تو گویا اطرافِ ہند میں صحیح
بن کر عوام اور خواص کی عقیدت کا سرچشمہ بنی ہوی ہے۔ ہندوست
کی کوی دوسری علاقای زبان اِس اعتبار سے اِس "پوربی" کی ہمسر

نہیں کر سکتی۔ میاں سادھن، شیخ قطبن، عثمان اور قاسم وغیرہ کی
تخلیقات اپنے اپنے زمانے میں جس طرح ملک کے مختلف گوشوں میں رایج
ہوئیں اُس کے نتیجے میں بیشتر علاقای بولیوں کی لفظیات ہی نہیں قواعد
بھی جس حد تک متأثر رہی ہیں اُس کا اندازہ کر لینا بہت مشکل نہیں ہے۔

بعد کے زمانے میں ملک کے مخصوص سیاسی حالات کے نتیجے میں
جب علاقائیت کو پھر فروغ ہوا تو مسلمانوں نے بھی حسب ضرورت مختلف
علاقای بولیوں کو سیکھنے اور اختیار کرنے کی کوشش کی لیکن بنیادی
طور پر قدیم زمانے سے ہندوستان میں اُن کی زبان وہی تھی جسے
سہولت کے لیے ہم جایسی کی ہندی کہہ سکتے ہیں۔ پروفیسر سید حسن عسکری
نے جن کا قدیم ہندی کا مطالعہ غیر معمولی ہے اِس بات کا اعتراف کیا ہے کہ:

> "مجھے قدیم برج بھاشا، راجستھانی، بہاری وغیرہ زبانوں میں کسی
> مسلمان مصنف کی کوی تصنیف نہیں ملی" (معاصر ۴/ ص۸۴)

ملک محمد جایسی کی ہندی ملک کے طول و عرض میں پھیلے ہوے مسلمانوں کی مشترک
زبان کی حیثیت رکھتی تھی چنانچہ تاریخ برہانپور (مطبوعۂ دہلی) میں شیخ
بہاء الدین باجن برہانپوری کے بارے میں لکھا ہے

> "اُس زمانے میں جو ملکِ ہند کی طرزِ زبان تھی اُسی طور پر کلماتِ شعر
> بہ مضمونِ تصوف کبھی کبھی موزوں فرماتے تھے... از آں جملہ یہ ہے
> بردۂ پوربی میں ؎

یوں باجن باجے رے   اسرار چھاجے

مندل من میں دھکے　　　رباب رنگ میں جھکے

صوفی اُن پر ٹھکے

یوں باجن باجے رے　　　اسرار چھاجے"

(اردو کی ابتدائی نشو و نما ص۳۱)

اِس اقتباس سے بھی ہمارے اِس خیال کی توثیق ہوتی ہے کہ "پوربی" کو اُس زمانے تک "ملکِ ہند کی طرزِ زبانؔ" ہونے کا شرف حاصل ہو چکا تھا

؎ پروفیسر محمود خاں شیرانی نے "پنجاب میں اردو" میں لکھا ہے کہ :

"باجن پہلے شخص ہیں جنھوں نے اُردو کو زبانِ دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے" (ص۴۹)

لیکن اُنھوں نے خود ہی یہ اعتراف بھی کیا ہے کہ :

"یہ اشعار میں نے ایسے نسخے سے لیے ہیں جو سخت غلط ہے اور بارھویں صدی کے خاتمہ کے قریب لکھا گیا ہوگا"　　　(ایضاً ص۴۹)

میرے کرم گستر ڈاکٹر شیخ فرید برہانپوری نے جن کا سلسلۂ نسب شیخ باجن سے ملتا ہے اُن کے کلام کو نہایت کاوش اور محنت کے ساتھ مرتب کیا ہے ۔ اُنھوں نے مطلع کیا ہے کہ :

"از رہِ معارف پروری جناب ڈاکٹر سید عبداللہ صاحب نے نسخۂ شیرانی کو ملاحظہ فرمایا اور لکھا ہے کہ 'نسخہ ناقص الاول اور ناقص الآخر ہے نسخے میں 'خزاین' کی تقسیم نہیں کی گئی ہے"

اُس نسخے میں دو جگہ "زبانِ دہلوی" کا ذکر آیا ہے :

" صفتِ دنیا بہ زبانِ دہلوی گفتہ ؎

(باقی اگلے صفحہ پر)

زمانۂ مابعد کی مختلف تحریروں کا لسانی مطالعہ کرتے وقت اِس حقیقت کو نظر میں نہ رکھنے کی صورت میں صحیح نتایج تک پہنچ جانے کا امکان بہت کم رہ جاتا ہے ۔

(صفحہ گذشتہ سے مسلسل)

یہ فتنی کیا کسی سے ملتی ہے　　　جب ملتی ہے تب چھلتی ہے"

(پنجاب میں اردو ص۴۹، مقالاتِ شیرانی جلد اول ص۱۱۳)

اور :

"مناقبِ حضرتِ ایشاں بزبانِ دہلوی بیشتر است ؎

جب رادت جھوجھن جاؤ نہ　　　تب تو اگہیں ہو واجا ہیں"

(مقالات ص۱۶۹)

ڈاکٹر فرید صاحب کے پیشِ نظر جو دو بہتر نسخے ہیں اُن میں اِن دونوں مقاموں پر 'دہلوی' کی جگہ 'ہندی' لکھا ہوا ہے اِس طرح :

"در صفتِ دنیا ایں درویش بہ زبانِ ہندی گفتہ است ۔ گجری) ... "

اور :

"ہمیں مضمون بہ زبانِ ہندی گفتہ شدہ است"

نسخۂ شیرانی ظاہرا اصل کی تلخیص ہے، اُس کے مندرجات پر اعتماد کر کے باجن کے بارے میں کوئی حکم لگانا مناسب نہیں، ڈاکٹر فرید صاحب کے نسخوں کے اندراجات میں شبہ کی گنجایش کم ہے، اِن پر اعتماد کیا جا سکتا ہے چنانچہ تسلیم کرنا چاہیے کہ باجن اپنی زبان کو "ہندی" ہی کہتے تھے۔ "دہلوی" والی بات کسی کاتب کی اختراع ہے اور اُس سے باجن کا کوئی تعلق نہیں ۔

اس کتاب کی اہمیت اور افادیت میں شبہ نہیں ہے۔

جدید ہندی کو (جو دیوناگری خط میں لکھی جاتی ہے) پچھلے چند برسوں میں جو ترقی حاصل ہو سکی ہے اُس کا بڑا سبب خود ہندی والوں کا علمی شغف اور ذوقِ تحقیق ہے۔ اُنھوں نے اُس سرمایے کو دیوناگری میں منتقل کرکے ہندی ادب کا جزو بنا لیا جو اصلاً نہ صرف فارسی خط میں تھا بلکہ جو ایک مختلف مسلک اور نقطۂ نظر کا بھی آئینہ دار تھا۔ یہ اُن کی محنت اور کاوش ہی کا نتیجہ ہے کہ اردو کی ابتدا سے متعلق تحقیقات کے لیے بھی آج خود اردو والے اُن کے دستِ نگر ہو کر رہ گیے ہیں۔ کبیر سے متعلق بھی ہندی میں متعدد نہایت قابلِ قدر تحقیقی کارنامے منظرِ عام پر آ چکے ہیں۔ اردو میں اگرچہ بعض ابتدائی اور کاروباری قسم کی چیزیں چھپی ہیں لیکن کبیر کے کلام کا مستند اور قابلِ اعتماد متن اب تک شایع نہیں ہوا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ اردو کا ماہرِ لسانیات عجیب عجیب باتیں کرنے لگا ہے مثلاً ایک جگہ لکھتا ہے:

"کبیر داس نے پورب ... میں بیٹھ کر لشکریوں اور بیوپاریوں کے ذریعے پھیلتی ہوئی اُس زبان کو اپنایا جسے خسرو نے زبانِ دہلوی کے نام سے یاد کیا ہے" (مقدمہ تاریخِ زبانِ اردو ص۱۳۲)

اور ذرا توقف کے بعد ہی وہ یہ کہتا ہے کہ:

"پندرھویں صدی کی ہندوستانی کی سب سے مستند شکل ہمیں کبیر ہی کے کلام میں ملتی ہے۔ یہ ایک طرح سے پنجابی، ہندوستانی،

کہا جا چکا ہے کہ اودھ اور اِس کے آس پاس کا علاقہ بہت قدیم زمانے سے مسلم اکابر اور صوفیا کا مسکن رہا ہے۔ تصوف اِس علاقے کی فضا میں اِس طرح رچ بس گیا تھا کہ یہاں کی جتنی اہم تصانیف ہیں عموماً ایسے ہی مضامین اور مسایل پر مشتمل ہیں۔ پورب دیس کی اِس علمی اور متصوفانہ فضا میں کبیر بھی پیدا ہوئے جن کی غیر معمولی اہمیت کا اعتراف ہمیشہ کیا گیا ہے۔ اور اردو کے تمام مورخوں نے اُن کو اِس زبان کے اولین نقاشوں میں شمار کیا ہے۔ مولانا محمد حسین آزاد نے بھی لکھا ہے:

"سکندر لودی کے زمانے میں کبیر شاعر بنارس کے رہنے والے علم میں اَن پڑھ تھے، گرو رامانند کے چیلے ہو کر ایسے ہوئے کہ خود کبیر پنتھیوں کا مت نکالا۔ تصنیفات اگر جمع ہوں تو کئی جلدیں ہوں۔" (آبِ حیات)

کبیر اُن عجوبۂ روزگار اشخاص میں سے تھے جن کے بارے میں کوئی بات بھی یقین کے ساتھ نہیں کہی جا سکتی۔ میرے مخدوم ڈاکٹر رامکمار ورما (پروفیسر و سابق صدر شعبۂ ہندی، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد) نے اُن کے حالات اور کلام کا بڑی کاوش اور اہتمام کے ساتھ مطالعہ کیا ہے اور بجدِّ قیاس کبیر کے مستند کلام پر مشتمل ایک مجموعہ "کبیر پداولی" کے نام سے ہندی میں مرتب کرکے اب سے کوئی چالیس برس پیشتر تیار کیا تھا۔ اُس کے مقدمے میں اُنھوں نے کبیر کے حالات اور کلام سے نہایت محنت، محبت اور احترام کے ساتھ بحث کی تھی۔ اِتنی طویل مدت گذر جانے کے باوجود

اس لیے اس ترجمے میں اکثر مقاموں پر حاشیہ آرائی کی ضرورت بھی پیش آئی ہے۔ ان حواشی سے مقصود توضیح و تصریح ہے، بحث مطلوب نہیں ہے، اس لیے توقع ہے کہ ان سے کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوگا۔

کبیر کے کلام کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہے کہ اُسے سب سے پہلے کس رسم خط میں قلم بند کیا گیا تھا۔ البتہ چونکہ وہ ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں مقبول تھے قیاس چاہتا ہے کہ اُسے دیوناگری کے ساتھ ساتھ فارسی خط میں بھی ضرور محفوظ کیا گیا ہوگا۔ اُس کی جستجو کی جانی چاہیے۔

ے ڈاکٹر رامکمار ورما نے "کبیر گرنتھاولی" سے کبیر کا ایک مصرع اس طرح نقل کیا ہے ع

"ہیچو بودن بود خالق غرق ہم تم پیش"

یہ مصرع بظاہر فارسی میں ہے جس میں بعض لفظوں کا تلفظ دیوناگری خط میں نقل در نقل کے نتیجے میں کچھ سے کچھ ہوگیا ہے اور اب بامعنی بھی نہیں رہ گیا ہے۔ کم و بیش یہی معاملہ ذیل کے شعر کا بھی ہے جو "گرو گرنتھ صاحب" میں محفوظ ہے اور جس کے اب صرف بعض الفاظ سمجھ میں آتے ہیں

ے "آسماں میانِ ... دریا غسل کردن بود
... فقر ... دایم ... چشم جہان ... موجود"

ظاہر ہے یہ بھی فارسی ہی میں ہے۔ ان کے علاوہ مختلف شعروں میں فارسی ترکیبوں کا استعمال بھی اس خیال کا باعث ہے کہ شاید کبیر فارسی سے واقف تھے۔ اگر یہ صحیح ہو تو اُن کے کلام کا فارسی خط میں محفوظ ہونا اور بھی قرینِ قیاس ہو جاتا ہے۔ ضرورت ہے کہ اس پہلو سے متعلق تحقیق کی جائے۔ اسلئے کبیر کے کلام ہی نہیں اُن کی حیات اور شخصیت کے بارے میں بھی بعض الجھے ہوئے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔

برج سے مرکب زبان تھی جو صحیح معنوں میں شورسینی اَپ بھرنش کی جانشین تھی۔" (ایضاً ص ۱۴۹)

اِس قسم کی تحریروں کو دیکھ کر بڑی مایوسی ہوتی ہے چنانچہ کبیر کے کلام کے معتبر متن کی اشاعت کی ضرورت بار بار محسوس ہوئی ہے۔

ابتدائی نہج پر راقم نے "کبیر پداولی" کا ترجمہ اشاعت کے لیے تیار کیا تھا لیکن ایک زنگی بزعمِ خود فرنگی کے سبب سے نوبت بہ اینجا رسید کہ

ے اُس دشتِ بلا میں کہ جہاں تھا گذر اپنا
جز سایۂ غم کوئی نہ تھا ہمسفر اپنا

تمام علمی کاموں سے مایوسی ہوچکی تھی کہ مسبب الاسباب نے پھر اپنا کرم کیا۔ اُس روسیاہ، تیرہ بخت کا منھ کالا ہوا اور راقم کے لیے مختلف قسم کے نقصانات جھیلنے کے بعد اس کتاب کی اشاعت کی صورت پیدا ہوئی۔ الحمدللہ

اِس ترجمے کے لیے ڈاکٹر گیان چند صاحب (پروفیسر و صدر، شعبۂ اردو، الہ آباد یونیورسٹی، الہ آباد) کے توسط سے کہ جو ہر آڑے وقت میں میرے حال پر کرم فرماتے رہے ہیں، میں نے ڈاکٹر رامکمار ورما صاحب تک رسائی حاصل کی۔ ورما صاحب نے جس شفقت اور مسرت کے ساتھ ترجمہ کرنے کی اجازت دی اُس نے دل کو عجیب طرح سے متاثر کیا۔ مزید کرم یہ فرمایا کہ وقتاً فوقتاً خط لکھ کر میری حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

چالیس برس کی مدت میں تحقیق و جستجو کا کام بہت آگے بڑھ چکا ہے

راقم کی دشواریاں دوچند ہوگئیں۔ اِس کے لیے کتاب کا چند بار مطالعہ
کیا۔ اُس کی زبان اور لفظیات کا کبیرؔ سے پہلے اور اُن کے بعد کی پوربی
(ہندوی) کی بعض تصانیف سے مقابلہ کیا۔ نتیجہ کے طور پر جو باتیں
نمایاں ہوکر سامنے آئیں یہ ہیں :

ہندوی یا پوربی (جسے قدیم اردو کہنا مناسب تر معلوم ہوتا
ہے) میں (णा) "ڑاں" کی آواز نہیں ہے۔ ایسے تمام لفظوں میں "ن"
کی آواز تلفظ میں آتی ہے۔ "کبیر بداولی" میں دونوں صورتیں موجود
ہیں۔ اب "شعرِ کبیر" میں "ڑاں" کی جگہ "ن" لکھنے کا التزام کیا گیا
ہے یعنی "سرن" اور "کارن" بجائے "شرنڑ" اور "کارنڑ"

قدیم ہندوی میں "ش" کی آواز کم از کم تحریر میں نہیں ملتی۔ اردو
میں بھی "دیش" غلط ہے "دیس" صحیح ہے۔ اِسی طرح "وِشُ" کی جگہ
"بِس" کو فصیح مانا گیا ہے۔ "کبیر بداولی" میں بھی بیشتر "شُنیہ" کو
"سُن" اور "درشٹ" کو "دِسٹ" اور "بہشت" کو "بِھسَت" وغیرہ
لکھا گیا ہے لیکن پہلی صورت بھی اِس کتاب میں غیر موجود نہیں ہے۔
"شعرِ کبیر" میں التزاماً دوسری صورت ہی کو جگہ دی گئی ہے۔

ہندوی میں بسا اوقات "ڑ" کی جگہ "ر" تلفظ میں آتا ہے۔
"خیر المجالس" میں بھی "بڑا" (بکوڑی کی قسم) کو "برا" لکھا ہے۔
"کبیر بداولی" میں بھی جوری (جوڑی)، پھوری (پھوڑی)، کوار (کواڑ)
کردا (کڑوا) وغیرہ الفاظ ملتے ہیں۔ اِس کتاب میں بعض جگہوں پر

"کبیر بداولی" کے مولف نے کبیرؔ کا کلام "آدسری گرو گرنتھ صاحب" سے
اخذ کیا ہے۔ یہ چونکہ سکھوں کی مذہبی کتاب ہے اِس میں مندرج کلام کو
تصرفات سے بالاتر خیال کیا گیا ہے لیکن اِس سلسلے میں بعض توجہ طلب امور یہ ہیں
گرو گرنتھ صاحب کی ترتیب کا زمانہ کبیرؔ کے بعد کا ہے۔ اِس درمیانی
مدت کی بابت کوئی بات یقین کے ساتھ کہنی آسان نہیں ہے۔ گرنتھ صاحب
کے مرتب سے جو ایک مذہبی بزرگ اور اپنے مخصوص معتقدات کے سرگرم مبلغ
تھے ادبی اور لسانی تحقیقات کی توقع کرنا غالباً بہت مناسب بات نہیں ہے
کبیرؔ کا تعلق پورب دیس سے تھا، پنجاب کے علاقے کو یہاں سے جو مکانی
اور لسانی بُعد ہے ظاہر ہے۔ اِس بُعد کے نتیجے میں کبیرؔ کے کلام کا اصل متن
جس طرح متاثر ہوا ہوگا اُس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ پوربی کے کلام کو
گورمکھی خط میں قلمبند کرنے کے نتیجے میں جن تبدیلیوں سے دوچار ہونا پڑا ہوگا
اُس کا بھی قیاس کیا جانا مشکل نہیں ہے۔ چنانچہ سیدھا سادہ لفظ "جانا"
پنجابی میں "جانڑاں" [जाणा] ہوگیا۔ لیقین نہیں آتا کہ کبیرؔ ایسا
بولتے رہے ہوں گے۔

"کبیر بداولی" کے مولف نے گرو گرنتھ صاحب سے لے کر کبیرؔ کے
کلام کو گورمکھی خط سے جب دیوناگری خط میں دوبارہ منتقل کیا تو اِس
تبدیلی کے نتیجے میں متن کا پھر کم و بیش متاثر ہونا قدرتی بات تھی چنانچہ
اِس کتاب میں "کارن" اور "کارنڑ" - "جانا" اور "جانڑاں" وغیرہ دونوں
صورتوں میں لکھے ہوئے دیکھے جا سکتے ہیں۔ اب اردو میں منتقل کرتے وقت

"ڑ" (ड़) بھی لکھا ہوا دیکھا جا سکتا ہے لیکن دیوناگری خط میں نیچے نقطہ بناکر ड़ (ڑ) لکھنے کا چلن قدیم نہیں ہے البتہ اردو خط میں "ڑ" کا دبدد قدیمی ہے اِس لیے ایسے مقاموں میں پورب کی بول چال کے مطابق کہیں "ڑ" اور کہیں "ڈ" کی صحت کو تسلیم کرنا پڑتا ہے چنانچہ "شعرِ کبیر" میں "مونڈ" کو "مونڑ" (بمعنی سر) اور "چھاڈ" کو "چھاڑ" لکھا ہے اِس لیے کہ پورب کے علاقے میں اِن لفظوں کا تلفظ اِسی طرح سُننے میں آیا ہے۔

دیوناگری خط میں اگرچہ "ب" (ब) اور "و" (व) کے لکھنے کا طریقہ مقرر ہے لیکن بول چال ہی نہیں جدید ہندی کے عام لغات میں بھی یہ دونوں حرف بیشتر ایک دوسرے کے متبادل خیال کیے گیے ہیں مثلاً وِشنو اور بِشنو، ویریندر اور بریندر دونوں طرح درست ہیں۔ اِس کے برخلاف اردو میں یہ دونوں مستقل حرف (مصوتہ) کی حیثیت رکھتے ہیں اور اِن کی تبدیلی سے لفظ کے معنی بھی بدل جاتے ہیں مثلاً "بار" اور "وار" چنانچہ ترجمہ کرتے وقت فارسی خط میں دستیاب ہندوی کی تصانیف سے رجوع کرنا پڑا۔ معلوم ہوا کہ اُن میں مقامی (ہندوستانی) لفظوں میں 'و' پر 'ب' کو ترجیح دینے کا رجحان پایا جاتا ہے اور یہی اردو کا بھی مزاج ہے چنانچہ اردو کی لغات میں بھی "پورب" (نہ کہ پورو) اور بَست (نہ کہ وستو) وغیرہ الفاظ ملتے ہیں۔ "کبیر بیدادی" میں بھی بعض لفظ مثلاً بِسَن (بجائے وِشنو) اور بِسٹا (نہ کہ وِشٹا) لکھے ہوے ملتے ہیں "شعرِ کبیر" میں بھی علی العموم تلفظ کی اِسی صورت کو اختیار کیا گیا ہے۔

اِس میں شبہ نہیں کہ "کبیر بیدادی" کے مولف نے دیوناگری خط میں کبیر کے کلام کو اہتمام کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے لیکن بعض مقاموں پہ یا تو چھاپے والوں کی غلطی سے یا پھر پنجابی (گُرمکھی) کی اتباع کے نتیجے میں کہیں کہیں تلفظ کی متضاد اور متخالف صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ "شعرِ کبیر" میں مذکورہ حقایق کی روشنی میں نہ صرف تصحیح کر دی گیی ہے بلکہ ضروری مقاموں پر اعراب بھی بنا دیے ہیں تاکہ قاری کو زیادہ دشواری نہ ہو۔

گرو گرنتھ صاحب اردو خط میں بھی بہت اہتمام کے ساتھ شایع ہو چکا ہے۔ راقم نے "شعرِ کبیر" کی تصحیح میں جس نسخے سے مدد لی ہے اُس کے سرورق کی عبارت یہ ہے:

"ایک اونکار ست گُر پرساد

سری

گرو گرنتھ صاحب جی آد

جس کو

بھائی جودھ سنگھ گیانی نے گورمکھی سے لفظ بلفظ

اردو میں بہت محنت اور جانفشانی سے تیار کیا

حسب فرمایش

لالہ ہرکشن لعل صاحب (بیرسٹرایٹ لا)

۱۹۰۶ء

نولکشور پریس لاہور میں چھپوایا"

اِس کے آخری صفحہ کی عبارت سے اِس اشاعت کا مقصد معلوم ہوتا ہے جو حسب ذیل ہے:

" ایک اونکار ست گر پرساد
بُھلّن اندر سبھ کو ابُھلّ گرو کرتار
عرصے سے تمنا تھی کہ جو صاحب گورمکھی نہیں جانتے
وہ اِس دُربے بہا سری گرو گرنتھ صاحب جی آد
کے پاٹھ سے محروم نہ رہیں۔ اِس لیے تین سال پوری محنت کراکر
روپیہ کثیر خرچ کرکے بھای جودھ سنگھ گیانی لاہور سے اردو میں تیار
کرایا اور موقع موقع پر اعراب لگائے گیے۔ اُمید کہ وہ صاحبان
جن کو اِس پوتر گروبانی سے پریم ہے اِس سے لابھ اُٹھائینگے
موکھ دس روپے عللہ

نوٹ:۔ التجا ہے کہ اگر کوی بھول چوک رہ گیی ہو تو مطلع فرما دیں
تاکہ دوسرے اڈیشن میں رفع کی جاے
مینجر لکھنؤ مل ایجنسی لاہور"

اِس کے مطالعے سے کبیرؔ کے کلام کی تصحیح سے متعلق جو امور اوپر بیان کیے گیے اُن کی نہ صرف تائید ہوی بلکہ کلام کی صحیح قرات میں بھی بہت مدد ملی۔

"کبیر پداولی" کے مولف نے کبیرؔ کے کلام کو مختلف عنوانوں کے تحت جمع کیا ہے۔ مترجم نے اُس ترتیب کو بجنسہٖ رہنے دیا ہے البتہ "گرو گرنتھ صاحب" میں مندرج عنوانات کو بھی ہر جز کے شروع میں

قوسین میں لکھ دیا ہے۔ یہ عنوانات کبیرؔ کے کلام کی تفہیم کے سلسلے میں بھی اہمیت رکھتے ہیں۔

"کبیر پداولی" میں مشکل لفظوں کے معنی لکھے ہوے ہیں۔ مترجم نے اِس امر میں بھی مولف کی اتباع کی ہے اور اردو خواں حضرات کی ضرورت کو اِس باب میں خاص طور سے پیش نظر رکھا ہے۔

آخر میں یہ اعتراف ضروری ہے کہ جب "کبیر پداولی" کے ترجمے کا منصوبہ بنایا تو میں نے سب سے پہلے اِس کا ذکر پروفیسر حکم چند نیّر (بنارس) سے کیا۔ موصوف نے اِس بارے میں میری نہ صرف حوصلہ افزای کی بلکہ اکثر مسایل سے متعلق بصیرت افروز نکات بھی بیان فرمائے۔ مسودہ مکمل کرکے میں نے جناب صباح الدین عمر کی خدمت میں پیش کیا جو میرے اُن بزرگوں میں سے ہیں جنھوں نے مجھے مبادیات کی تعلیم دی ہے۔ موصوف نے ہمیشہ کی طرح اِس کو بھی بہت غور کے ساتھ دیکھا اور بعض مقاموں پر نشان بھی بنادیے جن کی تصحیح یا توضیح میں نے اب کر دی ہے۔

فرخ جلالی صاحب (شعبۂ تواریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) بھی میرے کرم فرما ہیں۔ اُنھوں نے بعض پریشانیوں میں مبتلا ہونے کے باوجود میری خاطر گرو گرنتھ صاحب کا نسخہ تلاش کرکے عنایت کیا اور کبیرؔ سے متعلق جو کام ہوے ہیں اُن سے باخبر کیا۔ مولانا آزاد لائبریری میں ضیاء الدین انصاری صاحب سے بھی تحقیقی کاموں میں مدد ملتی رہتی ہے۔ اُن کا شکریہ ادا کرنا بھی واجب ہے۔

میں یو پی اردو اکیڈمی کے اراکین کا بھی ممنون ہوں کہ اُنھوں نے از راہِ علم نوازی اس کتاب کی اشاعت کے لیے مالی امداد سے اعانت فرمائی۔ میری خواہش ہے کہ زبانِ اردو کی ابتدا کے سلسلے میں "پوربی" کی ادبیات کو بھی کماحقہٗ اہمیت دی جائے اور "شعرِ کبیر" کی اشاعت کے بعد اُردو میں "پوربی" کے اہم تر متون کو اہتمام کے ساتھ نہ صرف شایع کیا جائے بلکہ اُن کے مطالعے، تحقیق اور جستجو کا مذاق بھی عام ہو۔ فقط۔

بیت الانصار
۵۸۵/۴، سر سید نگر، علی گڑھ

محمد انصار اللہ
دوشنبہ ۲۵۔ دسمبر ۱۹۷۸ء

مآخذ

"شعرِ کبیر" میں جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں اُن کی فہرست درجِ ذیل ہے:

آبِ حیات از محمد حسین آزاد
اردو کی ابتدائی نشوونما میں صوفیائے کرام کا کام از مولوی عبدالحق
پنجاب میں اردو از حافظ محمود خاں شیرانی
تلخیصِ معلّا از کپتان حسین خاں نادر (مرتب) محمد انصار اللہ
خزینۃ الاصفیا (جلد اول) مفتی غلام سرور
خیر المجالس (مرتب) خلیق احمد نظامی
گرو گرنتھ صاحب (اردو) مطبوعہ ۱۹۰۶ء
مقدمۂ تاریخ زبانِ اردو از مسعود حسین خاں (طبع چہارم)

(سہ ماہی) معاصر پٹنہ حصہ ۴

سالِ اشاعت ۱۹۲۱ء مہابیر پرساد، نیشنل پریس
بنارس کینٹ۔

بابو شیام سندر داس جی نے کاشی ناگری پرچارنی سبھا سے "کبیر گرنتھاولی" شایع کر کے ہندی ادب کے ساتھ بڑا احسان کیا ہے۔ اُنھوں نے کتاب مذکور کو سنبت ۱۵۶۱ کے ایک قلمی نسخے کی مدد سے مرتب کیا ہے۔ یہ قلمی نسخہ مستند ہے یا نہیں، یہ بات بحث طلب ہے وجوہ دو ہیں:

پہلی یہ کہ اِس قلمی نسخے کے "دیباچہ" کا خط اصل کتاب کے خط سے مختلف ہے اور

دوسری یہ کہ اِس نسخے میں پنجابیت بہت ہے۔

یہ نسخہ بنارس میں لکھا گیا تھا۔ ترقیمہ یہ ہے:

"سنپورن سمبت ۱۵۶۱، لپی کرتا، وانارس مدھیہ
شیم چند پٹھناتھ ملوک داس ... الخ"

بنارس میں لکھے جانے کی وجہ سے اِس میں پوربی پن زیادہ ہونا چاہیے تھا لیکن اِس کے برعکس اِس میں پنجابی پن بہت ہے۔ کبیرؔ کی بولی بھی "پوربی" ہی ہے جیسا کہ اُنھوں نے خود اعتراف کیا ہے اِس لیے اِس نسخے میں پنجابی پن کا ہونا اِس کے بارے میں شبہے پیدا کرتا ہے۔ "گرنتھاولی" کے مرتب بابو شیام سندر داس خود بھی اِس صورت کو شبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں اور وہ اِس پنجابی پن کو "نسخہ نویس کی عنایت کا ثمر" یا

گزارش

ساہتیہ سمیلن کی طرف سے جن کتابوں کی اشاعت کا انتظام کیا گیا ہے اُن میں "کبیر پداولی" بھی ہے۔ جس وقت سمیلن نے مجھے "کبیر پداولی" کی تالیف پر مامور کیا سب سے بڑی دشواری یہ تھی کہ کبیرؔ کے کلام کا کوئی مستند متن مجھے دستیاب نہیں تھا۔ اگرچہ کبیرؔ کے کلام کی چند اشاعتیں سامنے آ چکی ہیں، اُن میں سے ہر ایک کے متن کے مستند ہونے میں شبہ کی گنجایش موجود ہے۔ ابھی تک کبیرؔ کی تخلیقات کے حسب ذیل تین مجموعے چھپے ہیں:

۱۔ **کبیر گرنتھاولی**: (ناگری پرچارنی سبھا)
سالِ اشاعت ۱۹۲۸ء، انڈین پریس لمیٹیڈ، پریاگ۔

۲۔ **سنت بانی سنگرہ**: (ولبیڈیر پریس)،
سالِ اشاعت ۱۹۰۵ء، ولبیڈیر پریس، الہ آباد۔

۳۔ **بیجک مول**: (کبیرا چورا، بنارس)

معتبر صورت میں اپنے عہد میں مروّج سنتوں کے اقوال کو نو آفریدہ گرو مکھی خط میں قلمبند کیا تھا۔ پھر یہ گرنتھ صاحب سکھوں کی مذہبی کتاب ہے۔ اُن لوگوں کے نزدیک یہ مجموعہ عبادت کی چیز ہونے کے سبب اپنی صورت میں ناقابلِ تبدیل رہا اور اِس کے مندرجات میں تصرف کی کسی کو جسارت نہ ہو سکی یہاں تک کہ اِس کے ایک ایک حرف اور ایک ایک اعراب کو مَنتَر کی حیثیت دیکر اُس کو اصل صورت میں لکھنے اور چھاپنے کا سلسلہ جاری رہا۔ یہ گرنتھ گرو مکھی خط میں ہے۔ جب اُسے دیوناگری خط میں چھاپا گیا تو "لفظ کی جگہ لفظ" کے اصول پر اصل کو قایم رکھا گیا کیونکہ سِکھ مذہب کے ماننے والوں کا عقیدہ ہے کہ :

"جہاں پُرشوں کی طرف سے حرفوں کے جوڑ توڑ کی اُس صورت میں، جس طرح مَنتر دیو بانی ہوا کرتے ہیں، اُن کے ملاپ میں بھی ایک

عہ اِس موقع پر دو امور توجہ طلب ہیں :

(الف) کبیر کے مسکن اور گرنتھ صاحب کے بزرگ مرتّب کے مسکن میں پورب پچھم کا فاصلہ تھا، دونوں مقاموں کی بولیوں کے اختلاف سے قطعِ نظر اِن جگہوں کے رہنے والوں کے لب و لہجہ اور الفاظ کی ادائیگی میں بھی نمایاں فرق ہے۔ کبیر کے علاقے کا "پتّھر" وہاں "پھتّر" اور "جانا" بدل کر "جانڑاں" ہو جاتا ہے۔

(ب) کبیر اور سری ارجن دیو کے مابین جو فصلِ زمانی ہے کلام اور روایتوں میں تصرف اور الحاق کے نقطۂ نظر سے وہ بھی بہت اہم ہے۔ (مترجم)

"پنجابی سادھوؤں کی صحبت کا اثر" خیال کرتے ہیں۔ بہرحال کبیر کی شاعری کا مستند متن ابھی تک دستیاب نہیں ہے۔

وِلبیڈیر پریس سے شایع ہونے والا "سنت بانی سنگرہ" متن کی دوسری روایت ہے جو زیادہ تر سنتوں اور مہاتماؤں کے ذریعے جمع کیے گیے مواد کی بنیاد پر مرتب کیا گیا ہے۔ اِس کے بارے میں بھی وثوق کے ساتھ کوی بات نہیں کی جا سکتی۔

"کبیر چوَرا" سے شایع ہونے والے "بیجک مول" کا متن متعدد تحریروں پر مبنی ہے۔ اِس کے مرتب سادھو تکھن داس اور سادھو رامے پھل داس لکھتے ہیں :

"اپنے متن اور اِس مجموعہ کی تصحیح گیارہ مجموعوں سے کی گیی ہے جن میں چھ یادداشتیں شامل ہیں اور پانچ قلمی کتابیں ہیں۔ لیکن اِن سب مجموعوں کو 'ساکھی روپ' میں رکھا گیا۔ صرف مقام 'چوَرا کاسی' کے قدیم اور متداول متن پر خصوصی زور دیا گیا ہے"

لیکن "کبیر اچوَرا" کا یہ متن کس قدیم نسخے پر مبنی ہے یہ بات مرتب صاحبوں نے نہیں بتای، اِس لیے یہ متن بھی مشتبہ ہے۔

میرے نزدیک سب سے زیادہ قابلِ اعتماد متن "سری آدی گرو گرنتھ صاحب" کا ہے۔ اِس گرنتھ صاحب کی تدوین پانچویں گرو سری ارجن دیو نے ۱۶۰۴ء (مطابق سنبت ۱۶۶۱) میں کی تھی۔ ۱۶۰۴ء کا یہ متن مستند ہے اِس کا سبب یہ ہے کہ سری ارجن دیو نے زیادہ سے زیادہ

غیبی قوت ہوتی ہے جس کو معمولاً ہم لوگ نہیں سمجھ سکتے لیکن اُن کے وِرد میں بجنسہٖ تلفظ سے ہی پوری 'سِدّھی' حاصل ہو سکتی ہے۔ اِس کے علاوہ یہ بھی ہے کہ سری گرو گرنتھ صاحب جی کے اَسّی فیصدی لفظ ایسے ہیں جن کو ہندی داں ٹھیک ٹھیک سمجھ سکتے ہیں۔ اِس خیال کے مطابق یہ ہندی صورت گرودھکھی کے مطابق ہی رکھی گئی ہے یعنی صرف گرودھکھی حرفوں کی جگہ ہندی (دیوناگری) حرف ہی لیے گیے ہیں"

[آدسری گرو گرنتھ صاحب جی، غرضِ ناشر، صفحہ ا،
موہن سنگھ وید، ترن تارن، امرتسر سنہ ۱۹۲۷ء]

اِسی طرح "آدسری گرو گرنتھ صاحب" کا جو متن سنہ ۱۶۰۴ء میں گرو ارجن دیو نے پیش کیا تھا وہ آج بھی اپنی اولین صورت میں موجود ہے۔ اِسے کسی پنڈت نے درست کرنے کی کوشش نہیں کی ہے۔ غرض اِس متن کو ہم زیادہ سے زیادہ مستند شکل مان سکتے ہیں۔ یہی متن زیرِ تالیف کتاب میں پیش کیا گیا ہے۔

اِس مجموعہ کا "مقدمہ" کچھ زیادہ طویل ہوگیا ہے لیکن اِس سے کبیؔر کی اہمیت کا علم حاصل ہوتا ہے اِس لیے طلبا کے فایدے کے خیال سے اِس تفصیل کو بھی پسند کیا گیا ہے۔ حاشیہ پر کبیؔر کی لفظیات دے دی گئی ہیں جن میں خاص خاص لفظوں کے معنی بیان کر دئے گیے ہیں۔ بیشتر صورتیں معمولی ہیں اور ہیٹوگ

کو نظر میں رکھیں تو آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہیں اِس لیے تمام صورتوں کا مطلب درج کرنے کو غیر ضروری سمجھا گیا ہے۔
اُمید ہے کہ اِس مطالعہ سے طالبعلموں کو کبیؔر کے بارے میں زیادہ معلومات حاصل ہونگی۔

شعبۂ ہندی
پریاگ وِشودّیالیہ
۴ - ۳ - ۶۳ء

راجکمار ورما

کبیر کا تعارف

پندرھویں سولھویں صدی (عیسوی) میں کبیر کی شاعری کو ہندی ادب کی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اُس میں شخصی اور سماجی زندگی کی جتنی پیچیدہ اور غیر پیچیدہ صورتیں ملتی ہیں اُتنی ہمیں دوسرے شاعروں کے یہاں نہیں ملتیں۔ ساستروں کے اصول عوام میں جتنے زیادہ مقدس تسلیم کیے جاتے تھے اُن کا اپنا لینا اُتنا ہی مشکل بھی تھا۔

اول تو ساستر کے اصول صرف تجرّد کے معاملوں تک محدود تھے۔ عوام کا اُن کے ساتھ قریبی تعلق نہ تھا۔

ثانیاً سنسکرت میں تحریر ہونے کے سبب اُن کی تلقین آسانی سے ممکن نہیں تھی۔

تیسرے اُن کا ماحصل عوام کے معمولات سے میل نہیں کھا سکتا تھا۔

چوتھے سیاسی ماحول بھی اُن کے لیے سازگار نہ تھا۔

مُقدمہ

[کبیر کے حالات اور شاعری]

از

ڈاکٹر رامکمار ورما

پانچویں اُن مذہبی اصولوں کی حمایت میں دلیلیں ایسی پیش کی گئی تھیں کہ عوام الناس کے لیے اُن کا تسلیم کرلینا آسان نہ تھا۔

کبیر نے اِن تمام پیچیدگیوں سے مذہب کے معاملوں اور اصولوں کو نجات دلاکر آزاد فضاؤں میں پھلنے پھولنے کا موقع فراہم کیا۔ اُنھوں نے شاستروں کے ضابطوں کا وقوف اگرچہ براہِ راست ساستروں کے مطالعہ سے حاصل نہیں کیا تھا لیکن ویدانت کے تمام بنیادی اصولوں کو انتہائی کامیابی کے ساتھ دلنشین کرلیا تھا۔ روایتوں کے جس سلسلے سے اُنھوں نے اپنے مذہبی عقیدے کے خدوخال مرتب کیے تھے وہ جتنے ہندو نقطۂ نظر سے ماُخوذ تھے اُتنے ہی اسلامی مآخذ پر بھی مبنی تھے۔ ہندو نقطۂ نظر سے مذہب کے فوائد کا حصول جس قدر عمدہ صحبت پر منحصر خیال کیا گیا ہے یا گرو کے احکام کی تعمیل پر مبنی مانا گیا ہے اُس حد تک کتابوں کے مطالعے سے متعلق تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔ اِسی طرح مسلمانوں کے یہاں بھی محض کتابی

---

۵ شیخ محمد ابراہیم ذوق نے بھی کہا ہے ؎

بھول مت علم کتابی پر کہ آخر کب تلک   ناو کاغذ کی چلے اے غافل کو دن آب میں

اور مولف نے بھی غالباً اِسی علم کتابی کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس سے اسلام کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ ہونی چاہیے۔ اِس مذہب کی بنیاد احکاماتِ خداوندی پر مشتمل کتاب (قرآن پاک) پر ہے جس کی بابت ایمان یہ ہے کہ اِس میں قیامت تک کوئی تحریف ممکن نہیں اور اِس کے کسی جزو سے بھی ہر مو انحراف گوارا نہیں کیا جاسکتا، یہ ہر زمانے اور ہر علاقے کے لیے بہترین دستور العمل ہے۔ صوفیاے کرام کی تعلیمات بھی تمام و کمال اِسی کتاب پر مبنی ہیں۔ (مترجم)

یا تحریری علم کو شیطان کے غلبہ کا ذریعہ یا آلہ سمجھا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صوفی عقیدے میں انفرادی تجربات اور مرشد (گرو) کے بتائے ہوے راستے کو اہمیت دی گئی ہے۔ اِسی لیے کبیر کا مذہبی نقطۂ نظر بنیادی طور پر علمِ صحبت پر منحصر یا اصولاً معاشرتی ہے اور محض کتابی نہیں ہے۔ اپنے اِس علمِ صحبت کو اُنھوں نے اہلِ علم کے مذہبی مباحث کا موضوع بھی نہیں رہنے دیا ہے بلکہ اُسے محدود دائرہ سے نکال کر عوام الناس کے لیے ایک آسان اور سریع الفہم علم کی حیثیت سے پیش کردیا ہے۔ اِس کا فایدہ یہ ہے کہ اہلِ علم کی غیر ضروری تقدیس ختم ہوی اور علم معرفت یا وجدان ہی گویا فرد کی زندگی کی تعمیر و تشکیل کا ذریعہ بن گیا۔ اِس طرح شاستروں کے پیچیدہ لیکن روشن اور اختلافوں سے بری ضابطوں کے جو بھی اثرات تھے وہ معاشرتی زندگی کے ہر پہلو میں سماکر معمولات بن گیے اور اُن کا عوام الناس سے زیادہ قریبی تعلق قایم ہوگیا۔

کبیر نے دوسرا کام یہ کیا کہ مذہب کے جو اصول سنسکرت میں لکھے اور پڑھے جارہے تھے اُنھیں عوام کی بھاکھا میں بیان کرکے معاشرہ کے تمام طبقوں کے استفادہ کے لایق بنا دیا۔

تیسرا کارنامہ کبیر کا یہ ہے کہ مذہب کے جو معاملے عوام کی روزمرہ زندگی اور اُن کے معمولات سے مطابقت نہیں رکھتے تھے

اُن کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ ایسے بد معاملات کو جن میں اُلجھ کر عام لوگ سچائی کی راہوں سے دور ہو کر محض نمود و ریا پر اپنی صلاحیتوں کو خرچ کرنے لگتے تھے اُنھوں نے بیدینی سے تعبیر کیا اور عوام کے کورانہ عقیدوں پر بڑی درشتی کے ساتھ تنقید کر کے زندگی کو متوازن اور سیدھی راہ دکھائی۔

کبیر کا چوتھا کام یہ تھا کہ مذہب کے جو روپ اُس زمانے کے سیاسی حالات سے مطابق نہیں ہو سکتے تھے اُن میں اپنے عہد کی ضرورتوں کے پیشِ نظر مناسب اصلاح و ترمیم کر کے اُنھیں زندگی کے لیے زیادہ سے زیادہ قابلِ عمل صورت بخشی اور مذہب کو محض نمائش کا سامان بنائے رکھنے کے بجائے تفکر اور استغراق کے ذریعے فروغِ ذات کا ذریعہ بنایا۔ جہاں کہیں اُنھیں سیاسی معاملوں سے الجھنا ہی پڑا ہے وہاں پوری قوت اور حوصلہ کے ساتھ اُنھوں نے مقابلہ بھی کیا ہے۔

پانچویں بات یہ ہوئی کہ مذہبی ضابطوں میں استدلال کی جو دقّت اور درشتی تھی اور جو عام انسان کی سمجھ سے باہر تھی اُسے اُنھوں نے حبّہ بھر بھی اہمیت نہیں دی۔ اُس کی جگہ اُنھوں نے مذہب کو زندگی کے ایسے عام اور سادہ تجربوں کے ساتھ جوڑ دیا کہ وہ انسانیت کے معمولی موضوعات کا مترادف بن گیا۔ اُنھوں نے مذہب کے معروف میلانات کی زندگی کے سیدھے سچے معاملوں کے ذریعے تعبیر کر کے اُن کو تنگ نظری کے بجائے محبت اور مدارات کا سبب بنا دیا اِس طرح کہ ہر شخص مذہب کے فیوض سے مستفید ہو سکتا تھا۔

غرض مذہب کے میدان میں کبیر نے ایسا انقلاب پیدا کر دیا جو مذہب کے کسی عالم کے ذریعے عوام میں اِس وقت تک رونما نہیں ہو سکا ہے۔ اِسی مذہبی انقلاب کے سہارے اُنھوں نے عوام کے دِلوں میں اپنے مسلک کے لیے پہلی مرتبہ ایسی سچی ہمدردی کا بیج بو دیا جو سالہا سال تک سیاست اور مختلف مذہبوں کی زبردست یورشوں کے باوجود پژمُردہ نہیں ہو سکتا تھا۔ یہ اندازِ فکر عوام کے لیے ایک ایسی قوت بنا جو اُن کی زندگی میں عزم اور حوصلہ کا ذریعہ ثابت ہوتی رہی ہے۔ کبیر کے ذریعے چلائی گئی نِرگُن واد (تصوف) کی لہر ہندی ادب میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

کبیر کا شعری نقطۂ نظر

کبیر نے عوام میں اپنے مذہبی عقیدوں کا پرچار شاعری کے سہارے سے کیا۔ اُنھوں نے نصیحتوں کو "شبدوں" (کلموں) اور "ساکھیوں" (شہادتوں = وہ نظمیں جن کا تعلق گواہی اور علم سے ہے) کی صورت میں عوام کے سامنے پیش کیا۔ وہ جانتے تھے کہ موسیقی کا اثر محبت کے جذبات سے مطابق ہوتا ہے اور مذہب کا تعلق محبت کے اُن جذبات سے بہت قریب کا ہے اِس لیے مذہب کے اثر انگیز اور آسان اصولوں کو دلنشیں کرانے کے لیے اُنھوں نے نثر کے بدلے

نظم کو زیادہ مؤثر ذریعہ خیال کیا۔

یہاں یہ بات دھیان میں رکھنے کے قابل ہے کہ کبیرؔ سے پہلے ہندی ادب میں شاعری کی روایت نہیں کے برابر تھی۔ نہ تو جذبات کے اعتبار سے ہندی ادب کا سرمایہ وقیع تھا اور نہ زبان کے نقطۂ نظر سے ہی ہندی کو عام طور سے قابلِ لحاظ تسلیم کیا گیا تھا کبیرؔ سے پہلے زیادہ سے زیادہ وِدّیاپتی کی "پد اولی" (مجموعۂ کلام) تھی جو میتھلی میں لکھی ہونے کی وجہ سے متھلا اور اُس کے قریب کے علاقوں میں گائی جاتی رہی ہوگی یا امیر خسروؔ کی پہیلیاں اور مُکریاں تھیں جو عوام میں بوجھے جانے کی چیز "کُوتوہَل" (پہیلی معمہ) کی حیثیت سے بنگھمٹ یا امیر مصاحبوں کے جلسوں میں سلجھائی جاتی رہی ہونگی۔ امیر خسروؔ نے ہندی میں کسی سنجیدہ ادب کی تخلیق نہیں کی۔ اُن کی شاعری مذہب جیسے مقدس موضوع کی طرف اشارہ بھی نہیں کرتی۔ اُس میں نہ تو اطمینان بخش زندگی کی عکاسی ہے اور نہ عبدیت کی متانت ہی ہے۔

راجستھان میں ڈنگل میں ویر گاتھائیں ضرور لکھی اور پڑھی جاتی رہی ہونگی لیکن اُن ویر گاتھاؤں (بہادری کی داستانوں) میں دنیاوی کرداروں کا ہی غلبہ رہتا تھا۔ کسی بادشاہ کے شجرۂ نسب، اُس کے جنگی سفروں اور معرکوں یا اُس کے اسبابِ عیش و عشرت کا تفصیلی بیان کرنا ہی بھاٹوں (چارنوں) کی شاعری کی معراج تھی۔ ایسے حالات میں کبیرؔ کے سامنے نہ تو جذبات اور خیالات کا کوئی معیار تھا اور نہ

زبان میں ہی شعر و شاعری کی کوئی روایت موجود تھی[1]۔ یہ روایت تو

---

[1] مولف نے اِن خیالوں کا اظہار بیسویں صدی کے عشرۂ چہارم میں کیا تھا۔ اُس زمانے تک معلومات اِسی حد تک تھیں لیکن جدید تحقیقات نے بہت اضافے کر دیے ہیں۔ اب یہ بات تسلیم کی جا چکی ہے کہ:۔

(الف) امیر خسروؔ "ہندوی" کے صاحب دیوان شاعر تھے،

(ب) اُن سے پہلے بھی اِس زبان میں خواجہ مسعود سعد سلمان اپنا دیوان مرتب کر چکے تھے،

(ج) کبیرؔ سے پہلے "ہندوی" میں ادبی اور شعری روایت موجود تھی، اور

(د) بعض ایسی تصانیف اب ہماری دسترس میں ہیں جن کا تعلق "پورب" ہی کے علاقے سے تھا۔

پورب کے اُن صاحب تصنیف شاعروں کی کوششوں سے زبان کی ترقی ہی نہیں ہوئی بلکہ ایک مخصوص اندازِ فکر بھی رفتہ رفتہ عام ہوتا جا رہا تھا۔ سورؔداس کا تعلق نہ تو اُس علاقے سے تھا جس کو کبیرؔ کا مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے اور نہ اُن کو فکر و شعور کی اُس روایت سے ہی کچھ زیادہ علاقہ ہے جو کبیرؔ کو اُن کے پیش رووں سے ملی تھی۔ کبیرؔ راجستھانی ویر گاتھاؤں سے بھی غیر متأثر اور غیر متعلق معلوم ہوتے ہیں۔

(مترجم)

سولھویں صدی کے آخر اور سترھویں صدی کے شروع میں جاکر بنی جب
سورداس اور "اشٹ چھاپ" کے دوسرے مشہور شاعروں نے
برج بھاشا کو شاعری سے مزین کر کے ادب کے دایرہ میں لاکھڑا کیا، یا
ملک محمد جایسی اور تلسی داس نے اودھی کو شاعری کے سنگھاسن پر بیٹھا کر
اُسے حیاتِ جاوید عطا کی لیکن کبیر کے وقت میں ادب کی روایت یکسر معدوم
تھی۔ یہ دوسری بات ہے کہ صوفی شاعروں نے فارسی میں مذہب کے مسایل
کا بیان شروع کر دیا تھا لیکن یہ سب ادب فارسی میں تھا۔ غرض کبیر نے
مذہب جیسے سنجیدہ موضوع کے بیان کے لیے جب عوام کی بولی کا استعمال
شروع کیا تو یہ اُن کا ایک زبردست ذمہ دارانہ اقدام تھا۔ اُنھیں شاعروں
کی روایات پہلی بار خود اختراع کرنی تھیں اور ساتھ ہی اپنی زبان کو ایسا
روپ بھی دینا تھا جو عوام میں زیادہ سے زیادہ پسندیدہ ہو سکے۔ یہی سبب
ہے کہ وہ پسندِ عام اور سلاست کے خیال سے اپنی زبان کو اِتنا آسان
روپ دینے کے حامی تھے کہ وہ اِس کی اصلاح کی طرف بھی توجہ نہ کر سکے۔
اُنھیں عوام الناس کی پسندیدہ زبان کو ہی شعر کے دایرہ میں لانا پڑا اور
شعری روایت کی غیر موجودگی میں اُنھیں کسی بھی قسم کی ادبی قوت حاصل
نہیں ہو سکی۔ یہی کیا کم بات ہے کہ کبیر اپنے خیالوں کے آزادانہ اظہار
کے لیے عوام کی بولی کو کامیابی کے ساتھ برت سکے۔ اِس اعتبار سے کبیر
کو اپنے لیے راستہ کی دریافت کر کے خود ہی اُسے شعر کی عمدہ روایتوں
سے آراستہ بھی کرنا پڑا۔ خاکہ بنا کر اُس میں ہمیشگی کا رنگ بھر دینا

کبیر کا بڑا کارنامہ ہے۔ تلسی اور سور کو تو زبان کا خاکہ بنا بنایا حاصل ہو گیا
تھا۔ ملک محمد جایسی اور عشقیہ طرز میں کہنے والے دوسرے شاعروں نے
اودھی کو ادبی روپ دیکر اُس میں شاعری کی روایت قایم کر دی تھی۔
اِسی طرح وِٹھل ناتھ اور گوکل ناتھ نے برج بھاشا کی نظم اور نثر میں تخلیقات
پیش کر کے اِس بھاشا کو حسن عطا کرنا شروع کر دیا تھا۔ بعد میں تلسی
اور سور نے زبان کے خاکے میں اپنی زندۂ جاوید تخلیقات سے استقلال
کا رنگ بھرا لیکن کبیر کے سامنے زبان یا خیالوں کا اِس طرح کا کوی نمونہ
نہیں تھا۔ ایسی حالت میں شاعری کے نقطۂ نظر سے سور اور تلسی کی تخلیقات
سے کبیر کی شاعری کا مقابلہ کبیر کے ساتھ بے انصافی ہے۔ کبیر کے وقت
کی حالت پر پوری طرح سے خیال کر کے اُن کی شعری حیثیت کا مناسب حدوں
میں تعین کرنا ادب کے موٗرّخ کا لازمی فریضہ ہے۔

کبیر کی بھاکھا کا روپ

کبیر نے اپنی بھاکھا کو عوام کے دلوں کی چیز بنانے
کی کوشش کی، اِس پہلو پر ابھی اِظہارِ خیال کیا جا چکا
ہے۔ اُنھوں نے اِسے اتنا آسان اور سلیس اِس لیے
بنایا کہ عوام مذہب کے دقیق مسئلوں کو آسانی .. سے
سمجھ سکیں۔ اپنی اِس کوشش میں کبیر اِس کو شاعری کے محاسن سے
آراستہ بھی نہ کر سکے۔ اُس زمانے میں شاعری کی قدیم تر روایت کے
فقدان کی وجہ سے کبیر کو شاعری کی مخصوص زبان نہیں مل سکی تھی اِس لیے
اُنھوں نے اپنے روزمرّہ استعمال کی "پوربی" کو ہی اپنی شاعری کے لیے

وسیلہ بنایا۔ کبیر کی اِس "پوربی ہندی" پر متعدد زبانوں کا اثر دکھائی دیتا ہے۔ اِس کے دو سبب ہو سکتے ہیں :

ا۔ کبیر انقلاب پسند تھے اور جہاں جاتے تھے وہاں کے عوام کی مروّجہ روپ کو اپنا لیتے تھے۔

۲۔ اُس زمانے تک راجستھان کی ڈنگل میں بھاٹوں کی کچھ اہم تخلیقات سامنے آ چکی تھیں اِس لیے امکان ہے کہ راجستھان سے باہر بھی اُن کی تخلیقات کے بکھرے ہوئے اجزا عوام میں رایج ہو گیے ہوں۔ اُن تخلیقات کے معاشرے میں رایج ہونے کے نتیجے میں اُن کی زبان بھی سماج کے لیے غیر معروف نہ رہ گیی ہوگی۔ ایسی حالت میں کبیر نے ڈنگل یا راجستھانی زبان کے اثرات اپنی زبان میں بحدِّ مناسب آ جانے دسئے ہونگے۔

پہلے سبب سے پنجابی اور کھڑی بولی اور دوسرے سبب سے راجستھانی کبیر کی پوربی بولی پر اپنے واضح نقوش چھوڑتی ہوی دکھائی دیتی ہے۔[1]

---

[1] کبیر کی زبان کا یہ جائزہ اُس زمانے میں پیش کیا گیا تھا جب اودھی کی قدیم شعری اور ادبی روایتوں کا علم نہ تھا۔ اب جب کہ اِس زبان کی ایک سے زاید قدیم تصانیف ہمارے علم اور دسترس میں ہیں کبیر کی زبان کے بارے میں اِن خیالوں پر بھی نظرِ ثانی کی ضرورت ہے۔ دو امور پر خاص طور سے توجہ ضروری ہے۔ کیا کبیر کا نواحِ پنجاب میں جانا یا اہلِ پنجاب سے ذاتی طور پر متأثر ہونا ثابت ہے؟ اور کیا راجستھانی ڈنگل کی تصانیف کبیر کے "پورب دیس" میں مؤثر حد تک رایج ہو چکی تھیں؟ جب تک واضح قراین سے اِن دونوں سوالوں کے مثبت جواب نہیں ملتے پنجابی اور راجستھانی کے کبیر کے کلام پر اثرات والی بات محض خیالی ہے۔ (مترجم)

خیالوں کی ترویج میں سب سے اہم "مقصد" ہونے کے سبب کبیر نے اپنی شاعری میں زبان کے زیادہ سے زیادہ مروّج روپ کو جگہ دینی ضروری خیال کی تھی۔ اِس لیے کبیر کی شاعری کی زبان اصلاً تو "پوربی" (اودھی) ہے لیکن اُس پر پنجابی، کھڑی بولی اور راجستھانی کا بھی اثر ہے۔ پندرھویں صدی میں شاعری کی روایت کے نہ ہونے کے باعث کبیر کی زبان کا یہ روپ غیر فطری نہیں کہا جا سکتا۔

کبیر کا مذہبی نقطۂ نظر

کبیر اپنے نقطۂ نظر سے مذہب کے اصل روپ کو پیش کرنا چاہتے تھے۔ اُن کا دھرم ایسی آفاقیت لیے ہوے تھا جس میں کسی طرح کی فرقہ یا طبقہ کی تقسیم نہیں تھی۔ ہندو اور مسلمان یا برہمن اور شودر سب اِس دھرم میں فلاح اور نجات کے برابر مستحق تھے۔ اِس طرح اُن کا مذہب عالمگیر مذہب (Universal religion) کہا جا سکتا ہے۔

مسلمانوں کی آمد سے ہندوؤں کے مذہبی معاملوں میں پیچیدگی اور بے اطمینانی کی صورت پیدا ہو گیی تھی کیونکہ مسلمانوں میں بعض سلطانوں کے زمانے میں کچھ زیادتیاں بھی ہو گیی ہونگی لیکن مسلمانوں میں ہی صوفیوں کا طبقہ بھی تھا جو قرآنی تعلیمات کی بنیاد پر درگزر، باہمی محبت، امن اور آشتی کے ساتھ عبادت کرنے پر یقین رکھتا تھا۔ صوفیوں کی اِس امن پسندانہ ریاضت کے طریقے نے کبیر کو بہت زیادہ توانائی بخشی۔ اُنھوں نے صوفیوں کے صلح جویانہ نقطۂ نظر کے ساتھ اُس زمانے

کے ہندو مذہب کے نظریوں کو آمیز کر کے آپسی دوستی کے ایسے
جذبات کو وجود بخشا جنھوں نے فتنے اور اختلافوں کے خیالوں کو
یکسر ختم کر دیا۔ ہندوستان کی تاریخ کے مطالعے سے اِتنا ضرور معلوم
ہوتا ہے کہ کبیرؔ سے پہلے بھی سِدھ پنتھیوں اور ناتھ پنتھیوں کے خیالات
طبقاتی تفریق کے خلاف تھے لیکن اول تو یہ دونوں فرقے ایک مخصوص علا[قے]
تک محدود تھے اور اُن کے اصولوں کا سلسلہ بھی اُن کے خفیہ سرمایہ کی
صورت میں تھا۔ دوسرا اِن طبقوں میں بھی بنیادی طور پر آفاقیت کا
تصور عام نہیں ہو سکا تھا۔ کبیرؔ نے پہلی بار اِس عالمگیریت کو اصولی
طور پر سماج میں رواج دیکر مساوات کے خیالوں کی ترویج کی اور
بندگی کی حدوں میں بہت تیزی کے ساتھ اصلاحیں کرتے ہوئے
نجات کے راستوں تک اُس کو پہنچا دیا۔

عبادت کے لیے سماج کے تمام بندھنوں کو توڑ کر کبیرؔ نے
نجات کے لیے اُس زمین کو ہموار کیا جس میں وہ مذہبی عقاید
کے بیج بو سکتے تھے۔

کبیرؔ کے حالاتِ زندگی

کبیرؔ کے سوانح کے سلسلے میں بھی قطعی طور سے کچھ نہیں کہا جا سکتا۔
کبیرؔ کی زندگی کے جو حالات ہم تک پہنچے ہیں اُن میں ایک تو زمانے کا
تعین نہیں ہے، دوسرے اُن میں غیر ارضی اور مافوق الفطرت قصے
شامل ہو گیے ہیں۔ خود کبیرؔ نے محض چند باتیں اپنے بارے میں کہی ہیں۔
اُن سے اُن کی شخصی اور انفرادی زندگی کا مجمل تعارف ضرور حاصل
ہو جاتا ہے لیکن تفصیلات کا مطلق پتا نہیں چلتا۔

کبیر پنتھ کے گرنتھوں میں کبیرؔ کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہوا ہے۔
اُن میں کبیرؔ کی اہمیت جتانے کے لیے اُن کی گورکھ ناتھ[1] اور چترگپت[2] تک...

---

[1] کبیر گورکھ گوشٹھی: قلمی نسخہ نمبر ۱۸۰۷ (ناگری پرچارنی سبھا)
[2] امر سنگھ بودھ (کبیر ساگر نمبر ۴): سوامی یوگلانند کا تصحیح کردہ، صفحہ ۱۸
(سمبت ۱۹۶۳، کھیم راج، سری کرسن داس، بمبئی)

سے گفتگو کرا دی گئی ہے لیکن خود کبیر کے سالِ ولادت اور پیدائش کے بعد کے واقعات کی طرف زیادہ توجہ نہیں کی گئی ہے۔ "کبیر چرت بودھ"[1] میں البتہ سالِ پیدائش کے موضوع سے متعلق ایک واقعہ کا بیان اِس طرح کیا گیا ہے:

" کبیر صاحب کا کاسی میں ظاہر ہونا

سمبت چودہ سو پچپن بکرمی، جیٹھ سُدی پورن ما، سوموار کے دن' ست پُرش کا تیج (نور) کاسی کے لہرتالاب میں اُترا۔ اُس وقت زمین اور آسمان منور ہو گیے ...... اُس وقت اَشٹانند وسنو تالاب پر بیٹھے تھے۔ پھُوار پڑ رہی تھی، بادل آسمان پر گھرے ہونے کی وجہ سے اندھیرا چھایا ہوا تھا اور بجلی چمک رہی تھی۔ جس وقت وہ نور تالاب میں اُترا اُس وقت سارا تالاب جگمگ جگمگ کرنے لگا اور بہت روشنی ہوئی۔ وہ روشنی اُس تالاب میں ٹھہر گیی اور تمام سمتیں جگمگاہٹ سے بھر گئیں ... "

کبیر پنتھیوں میں کبیر کے زمانۂ ولادت سے متعلق ایک دوہا مشہور ہے:

چودہ سو پچپن سال گیے، چندر وار ایک ٹھاٹ ٹھیے
جیٹھ سُدی برسایت کو، پورنماسی پرگٹ بھیے

---

[1] کبیر چرت بودھ (بودھ ساگر، بہ تصحیح سوامی یوگلانند) صفحہ ۶، (سمبت ۱۹۶۳، کھیم راج، سری کرسن داس بمبئی)

اِس دوہے[1] کے مطابق کبیر کی پیدائش سمبت ۱۴۵۵ کی پورن ما کو سوموار کے دن معلوم ہوتی ہے۔ بابو شیام سندر داس کا کہنا ہے کہ:

"حساب کرنے سے سمبت ۱۴۵۵ میں جیٹھ شکل، پورن ما، چندروار کو نہیں پڑتی۔ نظم کو دھیان سے پڑھنے پر سمبت ۱۴۵۶ نکلتا ہے کیونکہ اِس میں واضح لفظوں میں لکھا ہے، 'چودہ سو پچپن سال گیے' یعنی اُس وقت تک سمبت ۱۴۵۵ گذر چکا تھا حساب کرنے سے سمبت ۱۴۵۶ میں چندروار کو ہی جیٹھ پورن ما، پڑتی ہے اِس لیے اِس دوہے کے مطابق کبیر کا جنم سمبت ۱۴۵۶ کی جیٹھ پورن ما کو ہوا[2]..."

---

[1] یہ دوہا کئی اعتبار سے بحث طلب ہے۔ قدیم تصانیف میں عام طور سے لفظ "برس" (ہندوی) کا استعمال ملتا ہے۔ اِس میں "سال" (فارسی) نظر ہوتا ہے۔ دوسرے "برسایت کو" سے "برسایت کی" مراد ہے اور پوربی کی تصانیف میں "کی" کے مقام پر "کو" کے استعمال کی مثال اُس قدیم زمانے میں کم ملیگی۔ تیسرا لفظ "سو" بھی قابلِ لحاظ ہے۔ قدیم مصنفین نے عام طور سے اِس موقع پر "سے" لکھا ہے مثلاً "چنداین" میں مُلّا داؤد نے بھی کہا ہے

ع۔ برس سات سے ہوے اُناسی

ملک محمد جائسی کی "پدماوت" اور "آخری کلام" میں بھی یہ لفظ اسی طور پر آیا ہے۔
(مترجم)

---

[2] کبیر گرنتھاولی، پیش لفظ ص۱۸

لیکن حساب کرنے سے پتا چلتا ہے کہ چندروار کو جیٹھ پورن ما نہیں پڑتی چندروار کے بدلے منگل وار دن آتا ہے[1]۔ اِس طرح بابو شیام سندر داس کے قول کی صحت ثابت نہیں ہوتی۔

کبیر کے جنم دن کے بارے میں مذکورہ بالا دوہے میں "برسایت" پر بھی دھیان نہیں دیا گیا۔ بھارت پتھک کبیر پنتھی سوامی سری یوگا نند نے "برسایت" سے متعلق وضاحت کی ہے کہ:

"برسایت اپ بھرنش ہے 'بٹ ساوتری' کا۔ یہ بٹ ساوتری برت جیٹھ کے اماوس کو ہوتا ہے۔ اِس کی تفصیل قدیمی کتھا 'مہابھارت' میں ہے۔ اُسی دن کبیر صاحب نیما اور نوری کو ملے تھے۔ اِس سبب سے کبیر پنتھیوں میں برسایت کو مہاتم گرنتھ کی کتھا کا رواج ہے اور اِسی دن کبیر پنتھی لوگ بہت جشن مناتے ہیں[2]"

یہ نوٹ سری یوگا نند جی نے "انوراگ ساگر" میں مذکور "کبیر صاحب کا کاسی میں ظاہر ہو کر نیرو کو ملنے کی کتھا" سے متعلق لکھا ہے۔ اُس کتھا کی کچھ سطریں اِس طرح ہیں:

---

[1] Indian chronology - part I; by Pillai

[2] انوراگ ساگر (کبیر ساگر ۲) صفحہ ۸۶، بھارت پتھک کبیر پنتھی سری یوگا نند کا تصحیح کردہ، سمبت ۱۹۶۲ (سری وینکٹیشور پریس، بمبئی)

یہ بدھ کچھک دِوس چل گے او
تج تن جنم بہُر تن پے او
مانُس تن جلہا کُل دیکھا
دوا و سنیوگ بہُر بدھ کینھا
کاسی نگر رہے پُنِ سوای
نیرو نام جُلاہا ہو ای
نارِ گون لاد تمگ سُوای
جیٹھ ماس برسایت ہو ای...الخ[1]"

اِس نظم اور نوٹ کی بنیاد پر کبیر کا جنم جیٹھ کی برسایت (اماوس) کو معلوم ہوتا ہے۔ اب دیکھنا یہ چاہیے کہ جیٹھ کی اماوس کو چندروار پڑتا ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کبیر کی پیدائش ۱۴۵۵ ہی کی ماننی ہوگی اور "گیے" کا مطلب "۱۴۵۵ کے گذرتے ہوئے" ماننا ہوگا۔ اِس صورت میں دوہے کا بدلتا ہوا حصہ

"پورن ماسی پرگٹ بھیے"

بھی غیر مصدقہ مانا جائیگا کیونکہ برسایت پورنماسی کو نہیں پڑتی بلکہ اماوس کو پڑتی ہے۔

موہن سنگھ نے اپنی کتاب "کبیر۔ ہز بایوگرافی" میں

---

[1] ایضاً صفحہ ۔ ۸۶

اِس روایتی دوہے سے بحث کی ہے۔ وہ ہندی میں قلمی مجموعوں کی
جستجو (۱۹۰۲ء، صفحہ ۵) سے بحث کرتے ہوئے سمبت ۱۴۵۵
(مطابق ۱۳۹۸ء) کو تسلیم کرتے ہیں[1]
موہن سنگھ کے تحریر کیے ہوئے حاشیے میں "گیے" [गए] کی جگ

---

[1] In a Hindi book Bharat Brahmana which has recently been published, the following verses are quoted in proof of the time when Kabir was born and when he died:

" چودس سو پچپن سال گرا چندُ ایک ٹھاٹھ ہوے
جیٹھ سُدی برسایت کو پورن ماسی تتھ بھیے
سنبت پندرہ سو اَر پانچ مگھر کِیو گمن
اگھن سُدی ایکادسی ملے پون میں پَوَن "

This would then fix the birth of Kabir in 1398 and his death A.D. 1448 (R.S.H.M. 1902, page 5)

Kabir — his biography by Mohan Singh, Page 19, Foot-note.

"گرا" [गिरा] ہے۔ وثوق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ "گیے" اور "گرا" میں سے کون سا لفظ درست ہے۔ لکھنے میں [ए] "اے" اور [रा] "را" میں بہت یکسانیت ہے۔ اگر "گیے" لفظ "گرا" کی تحریف ہے تو ۱۴۵۵ کے بیت جانے [گیے] کی بات خارج از بحث ٹھہرتی ہے۔ "گرا" کو "پڑنے" کے معنی میں لیا جائے یعنی سمبت ۱۴۵۵ کا سال پڑنے پر ۔۔۔ لیکن یہاں برسایت اور پورنماسی کی مشکل ہے۔ اِس دوہے کی صحت کے بارے میں قطعیت کے ساتھ کوئی دعوا نہیں کیا جا سکتا۔ اِس کے مصنف کا بھی وثوق کے ساتھ پتا نہیں ہے۔ "کبیر گرنتھاولی" کے مرتب نے اپنے پیش لفظ میں کہا ہے:

" یہ نظم کبیر داس کے سب سے خاص شاگرد اور ذمہ دار دھرم داس
کی کہی ہوئی بتلائی جاتی ہے[1] "

لیکن فاضل مرتب کے اِس قول کی صحت بھی یقینی نہیں ہے۔ اُن کا یہ کہنا کہ "کہی ہوئی بتلائی جاتی ہے" بجائے خود شبہ کو ظاہر کرتا ہے۔ اِس لیے ہم اپنی بحث کو "انوراگ ساگر" پر مبنی کرنا چاہتے ہیں جس میں صرف یہی لکھا ہے کہ ؎

نارِ گَوَن آد مَگ سُوای
جیٹھ ماس برسایت ہُوا ی[2]

---

[1] کبیر گرنتھاولی، پیش لفظ، صفحہ ۱۸
[2] انوراگ ساگر، صفحہ ۸۶

بیل اپنی "اورینٹل بایو گرافیکل ڈکشنری"[۱] میں کبیر کی پیدائش ۱۴۹۰ء (مطابق سمبت ۱۵۴۹) میں مقرر کرتے ہیں اور اُنھیں سکندر لودی کا معاصر مانتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنٹر نے اپنی تصنیف "انڈین امپایر" کے آٹھویں باب میں کبیر کا زمانہ ۱۳۰۰ء سے ۱۴۲۰ء تک (سمبت ۱۳۵۷ سے سمبت ۱۴۷۷ تک) مانا ہے۔ بیل اور ہنٹر کے قیاس میں ایک سو نوے برس کا فرق ہے۔

جان برگس نے سکندر لودی کا زمانہ ۱۴۸۸ء سے ۱۵۱۷ء (سمبت ۱۵۴۵ سے سمبت ۱۵۷۴) تک متعین کیا ہے۔ اُن کے قول کے مطابق سکندر لودی نے اٹھائیس برس پانچ مہینے تک حکومت کی۔[۲] جان برگس نے اپنی کتاب مسلمان مورخین کے قلمی نسخوں کی مدد سے مکمل کی ہے اِس لیے اُن کے متعین کیے ہوئے زمانے پر شبہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر بیل کے قول کے مطابق ہم کبیر کی ولادت ۱۴۹۰ء میں یعنی سکندر لودی کے تخت نشین ہونے کے دو برس بعد مانیں تو سکندر لودی کے انتقال

---

[۱] An oriental biographical dictionary by Thomas William Beale, London (1894) page 204.

[۲] History of the rise of the Mohammadan power in India by John Briggs, page 589

تک کبیر صرف چھبیس برس کے ہو سکتے تھے لیکن سکندر لودی اپنی زندگی میں کبیر سے بخوبی متعارف ہو چکا تھا۔ اِس تعارف کے زمانے کا تعین کرنا بھی ضروری ہے۔

"سری بھگت مال سٹیک"[۱] میں پریا داس کی ٹیکا میں ایک "دھنا کچھری" ہے جس کی رو سے کبیر اور سکندر لودی کے مابین ملاقات ہوئی تھی وہ دھنا کچھری اِس طرح ہے:

دیکھ کے پربھاو، پھیر اُپجیو ابھاو دوِج
آیو پاتساہ سو سکندر سُں ناوں ہے
دِکھ سمُوہ سنگ ماتا ہوں رلائے تج
جائے کے پکارے "جو دُکھایو سب گاوں ہے"
لیا ذر سے پکڑ واکو دیکھوں میں کرکیسی
اکر جٹا دوں کا ڑھے جبکہ تن دوں ہے
آن ٹھاڑھے کیے کا جی کہت سلام کرو
جانے نہ سلام، جانے رام، گاڑھو پاوں ہے

اِس دھنا کچھری کے نیچے سیتا رام سرن بھگوان پرساد کا یہ حاشیہ ہے:

---

[۱] بھگت مال سٹیک ۔ سیتا رام سرن بھگوان پرساد (طبع اول لکھنؤ ۱۹۱۳ء)

" یہ انداز دیکھ کر کے برہمنوں کے دل میں پھر حسد پیدا ہوا۔ وہ
سب کاسی کے راجا کو بھی سری کبیر جی کے بس میں جان کر
بادشاہ سکندر لودی کے پاس جو آگرے سے کاسی جی آیا تھا
پہنچے۔ سری کبیر جی کی ماں کو بھی ملا کے ساتھ میں لے کے مسلمانوں
کے ساتھ بادشاہ کی کچہری میں جاکر اُن سب نے پکارا کہ کبیر
شہر بھر میں فتنہ مچا رہا ہے ... الخ[۱] "

اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سکندر لودی آگرے سے کاسی
آیا اُس وقت وہ کبیر سے ملا۔ تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر
لودی بہار کے حسین شاہ شرقی سے جنگ کرنے کے لیے آگرے
سے کاسی آیا تھا۔ جان برگس کے مطابق یہ واقعہ ۹۰۰ھ یعنی ۱۴۹۴ء
کا ہے۔[۲]

۱۔ بھکت مال، صفحہ ۴۷۰

۲۔ "Hoosain shah Shurky accordingly put his army in motion and marched against the King Sikandar on hearing of his intentions, crossed the Ganges to meet him, and the two armies came in sight of each other at a spot distant 18 coss (27 miles) from Benaras.
(History of the rise of the Mohummedan power in India by Johan Briggs, H. R. A. S. London (1829), pages 571-73)

اگر کبیر ۱۴۹۴ء میں سکندر لودی سے ملے ہوں تو اُس وقت وہ
بیل کے قیاس کے مطابق صرف چار برس کے رہے ہونگے۔ اُس وقت
اُن کا اِس حد تک شہرت پا جانا کہ وہ سکندر لودی کی ناراضی
کے سزاوار ہوسکیں معمولاً ممکن نہیں ہے اِسلیے بیل کی متعین کی ہوئی
تاریخ مشتبہ معلوم ہوتی ہے۔

وی، اے، اِسمتھ نے کبیر کی کوئی تاریخ متعین نہیں کی ہے،[۱]
اُنھوں نے انڈرہل کی دی ہوئی تاریخ کو ہی نقل کر دیا ہے۔ اور وہ تاریخ
ہے ۱۴۴۰ء سے ۱۵۱۸ء (یعنی سمبت ۱۴۹۷ سے ۱۵۷۵) تک۔
یہ سکندر لودی کا زمانہ ہے اور کبیر کا اِس زمانے میں ہونا ثابت ہے۔
غرض کبیر کا سالِ ولادت متعین طور پر کسی نے بھی نہیں بتایا۔

بابو شیام سندر داس کے قول کے مطابق مذکورہ روایتی
دوہے کی بنیاد پر جیٹھ پورن ما، چندروار، سمبت ۱۴۵۶، اور
"انوراگ ساگر" کی روایت کی رو سے جیٹھ اماوس سمبت ۱۴۵۵
کبیر کی تاریخ پیدائش ہے۔ جیٹھ پورن ما سمبت ۱۴۵۶ کو چندوار
نہیں پڑتی اِس لیے یہ تاریخ غیر مستند ہے۔ ایسی صورت میں ہم کبیر

۱۔ Miss Underhill dates Kabir from about 1440 to 1518. He used to be placed between 1380 and 1420. (The Oxford History of India by V.A. Smith, page 261 (foot-note).

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل)

(پنجاب میں اُردو ص۱۷۹) لیکن ۹۲۵ھ میں کبیر کے مرجانے کی روایت کو تسلیم کرنے میں بڑی قباحت یہ ہے کہ پھر سکندر لودی سے اُن کی ملاقات والی بات کی تردید بھی لازم آئیگی۔

پروفیسر شیرانی کو اس بات کا اعتراف ہے کہ:

"اکثر مصنفین اِن (کبیر) کو سلطان سکندر لودی کے عہد میں ملتے ہیں مثلاً ابو الفضل اور صاحب دبستان المذاہب، اِس طرح اِن کی وفات دسویں صدی ہجری کے پہلے ربع میں ہونی چاہیے۔"

(پنجاب میں اُردو ص۱۸۰)

"اخبار الاخیار" کے صفحہ ۳۰۳ سے پروفیسر شیرانی نے شیخ عبد الحق کے حوالے سے اُن کے دادا شیخ سعد اللہ متوفی ۹۲۸ھ مطابق ۱۵۲۲ء کی کبیر کے بارے میں رائے جس طرح نقل کی ہے اُس کے الفاظ بھی توجہ کے قابل ہیں:

"عمی می فرمودند، روزی از ایشاں پرسیدم:

وایں کبیر مشہور کہ بشن پد ہای وی میخوانند مسلمان بود یا کافر؟

فرمودند: موحد بود،

عرض کردم کہ: موحد مگر غیر کافر و مسلمان است؟

فرمودند: فہم ایں معنی دشوار است، خواہید فہمید۔"

اِس اقتباس میں کبیر کے لیے ماضی کے صیغے کا استعمال اِس حقیقت پر دلالت کرتا ہے کہ اِس گفتگو سے پہلے کبیر کا انتقال ہوچکا تھا لیکن سایل کا انداز بتاتا ہے کہ شیخ سعد اللہ نے کبیر کا زمانہ ضرور پایا تھا۔ (باقی اگلے صفحے پر)

کی تاریخ ولادت جیٹھ اماوس سمبت ۱۴۵۵[1] ہی کو تسلیم کرتے ہیں۔ کبیر پنتھیوں میں بھی جیٹھ برسایت سمبت ۱۴۵۵ ہی مانی جاتی ہے۔ جیساکہ "انوراگ ساگر" سے پتا چلتا ہے۔

کبیر کی موت کی تاریخ[2] بھی مشتبہ ہے۔ اِس بارے میں "بھگت مال" میں یہ دوہا ہے ۔

---

[1] سمبت ۱۴۵۵ مطابق ہے ۱۳۹۸ء اور ۸۰۰ھ سے (مترجم)

[2] خزینۃ الاصفیا میں لکھا ہے:

"شیخ کبیر جولاہہ قدس سرہ مرید و خلیفہ شیخ تقی است، از کمال اولیاء اللہ و مشاہیر زمانِ خود است و جمالِ ولایت خود را در طریقِ ملامت مستور داشتے، و در موحدانِ وقتِ خود ممتاز بود و او را در زبانِ ہندی کلام بسیار عالی است کہ بر علوِ درجات او دال است ... اول کسے کہ بہ زبانِ ہندی حقایق و معارف بیان فرمودہ اوست و انواعِ اشعارِ ہندی دارد ... در اہلِ اسلام بہ پیر کبیر و در ہنود بہ بھگت کبیر اشتہار دارد و وفاتِ وے در سال یکہزار و سہ ہجری است"

(جلد ۱ صفحہ ۴۴۶ تا صفحہ ۴۴۷)

[3] ۱۰۰۳ھ مطابق ۱۵۹۵ء تک کبیر کا زندہ رہنا کسی طرح قیاس میں نہیں آتا پروفیسر شیرانی نے اطلاع دی ہے کہ محکمۂ آثارِ قدیمہ کی روایت کے مطابق کبیر کا روضہ بجلی خاں نے ۸۵۲ھ مطابق ۱۴۵۰ء میں تیار کرایا تھا پھر فدای خاں نے ۱۰۷۳ھ میں اس کی مرمت کرا[illegible]

(باقی اگلے صفحے پر)

پندرہ سے اُنچاس میں مگہر کینھوں گون
اگھہن سُدی ایکادسی ملے پون موں پون[۱]

اِس کی رو سے کبیر کی موت سمبت ۱۵۴۹ میں ہوئی لیکن کبیر پنتھیوں میں مروّج دوہے کے مطابق یہ تاریخ سمبت ۱۵۷۵ لکھی گئی ہے ؎

سمبت پندرہ سے پچھتر، کیو مگہر کو گون
ماگھ سُدی ایکادسی، رلو پون موں پون[۲]

سکندر لودی ۱۴۹۲ء (سمبت ۱۵۵۱) میں کبیر سے ملا تھا، اس لیے "بھگت مال" کے دوہے کی روایت کبیر کے سالِ وفات کے

(حاشیہ صفحہ ما سبق سے مسلسل)

شیخ قطبن نے اپنی مثنوی "مرگا وت" ۹۰۹ھ مطابق ۱۵۰۳ء میں مکمل کی تھی۔ اِس میں اُنھوں نے ایک مصرع میں بظاہر کبیر ہی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؏
ایک جُلاہے تے میں ہارا ۔ اگر اسے معاصرانہ چشمک خیال کریں تو ظاہرا کبیر اِس زمانے تک زندہ تھے۔ ایسی صورت میں سمبت ۱۵۴۹ مطابق ۱۴۹۲ء کو کبیر کا سالِ وفات تسلیم کرنا قباحت سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔ (مترجم)

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[۱] بھکت مال سٹیک
[۲] کبیر کسوٹی

بارے میں غلط ہے۔[۱] کبیر کی موت سمبت ۱۵۵۱ کے بعد ہی مانی جانی چاہیے۔ ناگری پرچارنی سبھا کی طرف سے "کبیر گرنتھاولی" کی ترتیب سمبت ۱۵۶۱ کے قلمی نسخے کی مدد سے کی گئی ہے۔[۲] اِس نسخے میں وہ بہت سے شعر اور ساکھیاں نہیں ہیں جو گرنتھ صاحب میں شامل ہیں۔ اِس سلسلے میں بابو شیام سندر داس جی کا بیان ہے:

"اِس سے یہ ماننا پڑیگا کہ یا تو یہ سمبت ۱۵۶۱ والا نسخہ ادھورا[۳] ہے یا اِس نسخے کے لکھے جانے کے سو برس کے اندر بہت سی ساکھیاں وغیرہ کبیر داس جی کے نام سے رایج ہو گئی تھیں کہ جو فی الاصل اُن کی نہ تھیں۔ اگر کبیر داس کا مرنا سمبت ۱۵۷۵ میں مان لیا جائے تو یہ بات خلافِ قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ اِس نسخے کے لکھے جانے کے بعد چودہ برس تک کبیر داس زندہ رہے اور اِس دوران میں اُنھوں نے اور بہت سے شعر کہے جو گرنتھ صاحب میں شامل کر لیے گیے۔"

---

[۱] *History of the rise of the Mohammedan power in India by John Briggs, pages 571-72*
[۲] کبیر گرنتھاولی، تمہید صہ ۲
[۳] کسی نسخے میں بعض اشعار کے مندرج نہ ہونے کے اسباب مختلف اور متعدد ہو سکتے ہیں، ایک یہ بھی کہ اُس کے مرتب کے وسایل نسبتاً کم ہوں، بہر حال محض اِس بنا پر کسی نسخے کو "ادھورا" تسلیم کر لینا بہت صحیح نہیں ہو سکتا۔ (مترجم)

بابو صاحب کا یہ قیاس قابلِ قبول معلوم ہوتا ہے۔ اگر کبیر پنتھیوں کی روایت سے اتفاق کریں تو ۱۵۷۵ میں اُن کا انتقال مانا جا سکتا ہے۔ بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ کبیر کی ولادت سمبت ۱۴۵۵ (مطابق سنہ ۱۳۹۸ء مطابق سنہ ۸۰۱ھ) اور وفات سمبت ۱۵۷۵ (مطابق سنہ ۱۵۱۸ء مطابق سنہ ۹۲۴ھ) میں معلوم ہوتی ہے یعنی وہ ایک سو بیس برس تک زندہ رہے۔[1]

کبیر کی ذات کے بارے میں بھی شبہوں کا سلسلہ ہے۔ کبیر پنتھی تو اُنھیں ذات سے بالاتر[2] مانتے ہیں لیکن مشہور یہ ہے کہ وہ ایک برہمن بیوہ کے بیٹے تھے۔ بیوہ عورت کا باپ سری رامانند کا بڑا بھکت تھا۔ ایک بار اُس عورت کے پرنام کرنے پر سری رامانند اُسے "بیٹے والی" ہونے کی دعا دے بیٹھے۔ برہمن نے جب اپنی بیٹی کے بیوہ ہونے کی بات کہی تو بھی رامانند نے اپنے الفاظ واپس نہیں لیے۔ دعا کے نتیجے میں اُس بیوہ کے ایک بیٹا ہوا جسے اُس نے دنیا کی لاج کے ڈر سے "لہر تارا" تالاب کے کنارے چھپا دیا۔ کچھ دیر بعد اُسی راستے سے نیرو جلاہا اپنی بیاہی ہوئی بیوی نیما کو لے کر گذرا۔ نوزائیدہ بچے کا حسن دیکھ کر اُنھوں نے

---

[1] نمری حساب سے کبیر کی عمر ایک سو چوبیس برس کی ہوئی (مترجم)

[2] ہے اَنام، اَدِچل، اَوِناسی
اَکھہ پُرس، ست لوک کے باسی

(سری کبیر صاحب کا جیون چرت، سری جنگ لال، نرسنگھ پور سنہ ۱۹۰۵ء)

اُسے اٹھا لیا اور اُس کو اپنے بیٹے کی طرح پالا۔ اس طرح کبیر جلاہے کہلائے حالانکہ اصلاً وہ ایک برہمن بیوہ کے بیٹے تھے۔

مہاراج رگھوراج سنگھ کی "بھکت مالا رام رس کاولی" میں بھی اس واقعہ کا ذکر ہے لیکن قصہ میں تھوڑا سا فرق آگیا ہے۔[1] کچھ کبیر پنتھیوں کا عقیدہ ہے کہ کبیر برہمن کی بیوہ لڑکی کے بیٹے نہیں تھے بلکہ رامانند کی

---

[1] رامانند رہے جگ سوامی — دھیاوت نِس دن اَنتریامی
رتن کے ڈِھگ بِدھوا اک ناری — سیوا کرے بڑی سرمُواری
پربھو ایک دن رہے دھیان لگائی — بِدھوا تیہٖ رتن کے ڈِھگ آئی
پربھُو ہیں کیو بندن بن دوسا — پربھُو کہہ پُتروتی بھَر گھوسا
تب تیہٖ اَپنو نام بکھانا — یہ بِپریت دِیُو بَردانا
سوامی کہیو نِکسِ مُکھ آیو — پُتروتی ہَرِ توہیں بنایو
ہیو ہے پُتر کلنک نہ لاگی — تب سُت ہیو ہے ہَرِ اَنُراگی
تب تیہٖ کر پھلکا پَرِ آیو — کچھُو دِن میں تاتے سُت جایو
جَنَت پُتر نَبھ بجے نگارا — تدپ جننِ اُر سوچ اَپارا
سو سُت لے تیہٖ پھینکیوں دوری — کر دھی جُلاہن تہاں ایک روری
سو بالکُ ہنہ اَناتھ بہاری — گود راکھِ نِج بھَوَن سِدھاری
لالَن پالَن کیہ بَہُہ بھانتی — سے یو سُتہہ نارِ دن راتی

(بھکت مالا رام رس کاولی)

دعا کے نتیجے میں اُس کی ہتھیلی سے پیدا ہوئے تھے اِس لیے وہ "کربیر" (= ہاتھ کا بیٹا) یا کبیر (= کربیر کا اَپ بھرنش) کہلائے۔ بات جو بھی ہو کبیر کی پیدائش کا سلسلہ عوام ایک برہمن لڑکی سے ہی جوڑتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر کبیر بیوہ کی نسل سے تھے تو یہ بات لوگوں کو معلوم کس طرح ہوی؟ اُس نے تو کبیر کو "لہرتارا" کے کنارے چھپا کر رکھ دیا تھا۔ اگر برہمن بیوہ کو بردان دینے کی بات لوگ جانتے تھے تو اُس بیوہ نے اپنے بچہ کو چھپانے کی کوشش کیوں کی؟ رامانند کی دعا سے تو کلنک لگنے کا شایبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ اِس طرح کبیر کی اِس بدنامی کی داستان کی بھی صفای ہو جاتی۔ اِس کتھا کے وضع کیے جانے کے سبب تین ہو سکتے ہیں:

پہلا تو یہ ہے کہ اِس سے رامانند کی بزرگی کی شہرت ہوتی ہے کہ وہ اتنے زبردست تھے کہ اپنی دعا سے ایک بیوہ عورت کے بطن سے بھی بیٹا پیدا کر سکتے تھے۔

دوسرا سبب یہ ہو سکتا ہے کہ کبیر پنتھ میں بہت سے ہندو بھی شامل تھے۔ اپنے گرو کو جُلاہے کی ادنا اور پست ذات سے ہٹا کر وہ اُن کا تعلق مقدس برہمن ذات سے جوڑنا چاہتے تھے اور،

تیسرا سبب یہ کہ کچھ کٹر ہندو اور مسلمان جو کبیر کی مذہبی فضیلت سے گراں خاطر تھے وہ اُنھیں بدنام اور رسوا کرنے کے لیے اُن کی پیدائش کا سلسلہ اِس کلنک کتھا سے جوڑ رہے تھے۔

کبیر کی پیدائش کے سلسلے میں دستیاب مواد سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ

وہ برہمن بیوہ کی اولاد نہیں تھے بلکہ ایک مسلم گھرانے میں ہی پیدا ہوئے تھے۔ سب سے بہتر ثبوت ہمیں "آدسری گرو گرنتھ صاحب" میں ملتا ہے۔ مذکورہ گرنتھ میں سری ریداس کے جو اشعار ہیں اُن میں ایک نظم اس طرح ہے:[1]

" ملار بانی بھگت رَوِداس جی کی

اُدسَت گرو پرساد ......

ملار

ہرجپت تے اوجناں پدم کولاس پت تاس سم تُل نہیں آن کواد
ایک ہی ایک انیک ہوای بستھراو آن رے آن بھرپور سواد رہاد
جاکے بھاگوت لیکھیے اور نہیں پیکھیے تاس کی جات آچھوپ چھیپا
بیاس منہہ لیکھیے سنک منہہ پیکھیے نام کی نامنا[2] سپت دیپا
جاکے ایدِ[3] بکر ید کُل گئو رے بدھ کرہِ مانی اَہِ سیکھ[4] شہید پیرا
جاکے باپ ویسی کری پوت ایسی سری تہورے لوک پرسدھ[5] کبیرا
جاکے کُٹنب کے ڈھیڈھ سب ڈھور ڈھووَنت پھرہہ اجہہ بنارسی آس پاسا
آچار سہت بپر کرہِہ ڈنڈوت تن تنے رَوِداسا نداسا[6]

---

[1] آدسری گرو گرنتھ صاحب جی ص ۱۲۹۳، بھائی موہن سنگھ وید، ترن تارن، امرتسر ۱۷/ اگست ۱۹۲۷ء، بدھوار

[2] نامنا = عزت

[3] عید لبقرعید

[4] شیخ، شہید، پیر

[5] پرسدھ = مشہور

[6] اِن شعروں کا مقابلہ گرنتھ صاحب مطبوعہ ۱۹۰۶ء بخطِ اردو (ص ۲۰۶۰، ص ۲۰۶۱) سے کر لیا گیا ہے (مترجم)

ریداس کے ان شعروں میں نامدیو، کبیر اور خود ریداس کا تعارف کرایا گیا ہے۔ نامدیو چھیپا (درزی) ذات کے تھے، کبیر ذات سے مسلمان تھے جن کے کنبہ میں بقرعید کے دن گائے کا ذبیحہ ہوتا تھا اور جو شیخ، شہید اور پیر کو مانتے تھے، انھوں نے اپنے باپ کے طریقے کے خلاف عمل کر کے بھی تینوں لوکوں میں نیکنامی حاصل کر لی تھی۔ ریداس قوم کے چمار تھے جن کے خاندان میں مرے ہوئے جانور ڈھوئے جاتے تھے اور جو بنارس کے رہنے والے تھے۔

"آدسری گرو گرنتھ" کے اس اقتباس کی رو سے کبیر یقینی طور پر مسلمان خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ آدگرنتھ کی تدوین سمبت ١٦٦١ میں ہوئی تھی۔ سکھوں کی مذہبی کتاب ہونے کے سبب اس کے متن میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہوا۔ مطبوعہ "آدسری گرو گرنتھ صاحب" گرمکھی میں لکھے ہوئے اسی مجموعہ کی بے عیب نقل ہے[1]۔ اس طرح یہ نقل اور اس کا متن

---

[1] اس جگہ مولف نے "آدگرو گرنتھ" کے ناشر کی "عرض" کا وہی اقتباس نقل کیا ہے جو "گزارش" کے عنوان سے کتاب ہذا کے ابتدائیہ میں بھی ایک جگہ آچکا ہے یعنی:

"جہاں پرشوں کے قاعدے کے مطابق حرفوں کے جوڑ توڑ ...... الخ"

تکرار کے خیال سے یہاں سے اسے حذف کردیا گیا ہے۔ اس موقع پر یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ ریداس کبیر کے نہ صرف ہم وطن تھے بلکہ دونوں کے زمانے میں بھی زیادہ بُعد نہیں ہے۔ اس لیے ان کی شہادت کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ ریداس کے اس قول کی تائید کبیر کے

(باقی ص٦٣ پر)

نہایت مستند ہے۔ اسی سند کو سری موہن سنگھ نے بھی کبیر کی ذات کی تعیین میں بنیاد بنایا ہے[1]۔

دوسری سند سد گرو غریب داس جی صاحب کی بانی سے بھی حاصل ہوتی ہے۔ اس میں "پارکھ کا انگ ص٥٢" کے تحت کبیر صاحب کی سوانح دی ہوئی ہے۔ شروع میں ہی لکھا ہے[2]

گریب سیوک ہوئے کر اُترے اس پرتھوی کے ماہنہ

جیو اُدھارن جگت گرو بار بار بَلِ جاہنہ

(صفحہ ٦٢ کا سلسلہ) ایک معاصر خورد شیخ قطبن کے اس مصرعے سے بھی ہوتی ہے ع

ایک جُلاہے تے میں ہارا

ان کے علاوہ اکثر تذکرے اور کتب تواریخ بھی اسی کے مؤید ہیں۔ چنانچہ اس باب میں شبہ کرنا بیجا ہے۔ مولف کا یہ گمان کہ بعض روایتیں بوجوہ اس طرح پر وضع کی گئی تھیں جن سے کبیر اور ان کے والدین بدنام ہوں، قرین صحت معلوم ہوتا ہے، سکندر لودی کے سامنے کبیر کے پیش کیے جانے والی روایت میں یہ ذکر بھی کہ کبیر کی "ماتا" کو بھی شکایت کرنے والوں نے "ملا لیا" تھا اسی قبیل سے ہو سکتا ہے۔ (مترجم)

[1] Kabir- his biography by Mohan Singh, Pub. Atma Ram and Sons, Lahore, 1934.

[2] سری سد گرو غریب داس جی صاحب کی بانی، ناشر: اجرانند غریب داس رمتا رام آریہ، سدھارک چھاپہ خانہ، بڑودہ

گریب کاسی پُری کرت کیا، اُترے اُدھر اُدھار
موَمن کو مُجرا ہوا، جنگل میں دیدار
گریب کوٹِے کرن سَسِ بھان سُدھ آسن اُدھر جان
پَر بَرَّت پورن برہم کوں، سیتل پنڈ رد پران
گریب گو دلیا مُکھ چونب کر، ہیم روپ جھلکنت
جگمگ نگر کایا کرے، دکیں، پدم انَنت
گریب کاسی اُمٹی گُل بھیا، موَمن کا گھر گھیر
کوی کہے برہم بِسن ہے، کوی کہے اِندر کبیر[1]

اِس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیر نے کاسی میں سیدھے مسلمان [مامن (کذا) = مؤمن] ہی کو درسن دیکر اُس کے گھر میں جنم لیا اور مومن نے بچہ کبیر کا مُنھ چوم کر اُس کے غیر ارضی حسن کا درسن کیا۔ اِس فطری بیان سے بھی کبیر کے برہمن بیوہ کا بچہ ہونے کی روایت کا بے بنیاد ہونا ظاہر ہے۔ سدگرو غریب داس جی کی بانی بھی مستند مجموعہ مانا جانا چاہیے کیونکہ وہ سمبت ١٨٦٠ کے ایک قدیم خطی نسخے کی بنیاد پر شایع کیا گیا ہے۔[2]

---

[1] ایضاً ص ١٩٦
[2] "یہ گرنتھ صاحب قلمی دکرم سمبت ١٨٦٠ مت بیساکھ مہینہ کا لکھا ہوا مجھ کو مقام بلانا ضلع رہتک میں ملا ہوا جیسا کا تیسا چھاپا ہے، جس کو اصل لکھا ہوا گرنتھ صاحب دیکھنا ہو وہ بڑودے میں سری چھاداد دیایام سالا، پردانک کے یہاں قایم رکھا گیا ہے، سو سب وہاں سے دیکھ سکتے ہیں" [اجرانند غریب داس — بانی کا پیش لفظ]

اِن دو شہادتوں سے کبیر کا مسلمان ہونا ظاہر ہے۔ اُنھوں نے اپنی جلاہا ذات کا تعارف بھی واضح طور سے کیی جگہوں پر کرایا ہے۔

تننا بُننا تجیا کبیر — رام نام لکھ لیا سریر[1]
جُلہے تن بن پان نہ پاؤل — بھار بِتی دس ٹھائیں ہو[2]
جات جلاہا مت کو دھیرے — ہر ہر ہر میں گن رمے کبیر[3]
توں براہمن میں کاسی کا جلاہا — چینہو نہ مور گیا نا[4]
جات جلاہا، نام کبیرا — بَن بَن پھِروں اُداسا[5]
کہت کبیر موہ بھگت اُماہا — کرت کرنی جات بھیا جلاہا[6]
جیوں جل میں جل پیس نہ نکسے — یوں ڈھر ملیا جلاہا[7]
گرو پرساد سادھ کی سنگت — جگ جیتے جات جلاہا[8]

کبیر کے چھٹویں قول سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ سابق کے عمل کے نتیجے میں انھیں جلاہے کے کنبے میں جنم ملا۔ لفظ "بھیا" اِسی مفہوم کی غمازی کرتا ہے۔[9]

---

[1] کبیر گرنتھاولی، ناگری پرچارنی سبھا، انڈین پریس، پریاگ، ١٩٢٨ء، ص ٩٥
[2] ایضاً ص ١٠٤ [3] ایضاً ص ١٢٥ [4] ایضاً ص ١٤٣
[5] کبیر گرنتھاولی ص ١٨١ [6] ایضاً ص ١٨١
[7] ایضاً ص ٢٢١ [8] ایضاً ص ٢٢١
[9] اِس چھٹے شعر کے دوسرے مصرعے کا مطلب ظاہراً یہ ہے کہ کبیر اگرچہ اپنی "کرنی" بھی کرتا ہے یعنی کپڑا بننے کا کام نہیں کرتا، اِس کے باوجود وہ جلاہا ہی رہا اور لوگ اُس کو اُس کی اِسی ذات سے پہچانتے ہیں۔ یہ ذات پات کی تفریق ماننے والوں پر ایک طرح کا طنز تو ہو سکتا ہے لیکن "پچھلے جنم" کی طرف اِس میں کوئی اشارہ نہیں معلوم ہوتا۔ (مترجم)

کبیر بچپن سے ہی مذہب کی طرف مائل تھے۔ وہ بھجن گایا کرتے اور لوگوں کو نصیحت کرتے رہتے تھے لیکن "نگُرا" (بے گرو والا، بے اُستاد) ہونے کے سبب لوگوں میں عزت کے مستحق نہیں سمجھے جاتے تھے اور بعض لوگ اُن کے بھجنوں یا نصیحتوں کو سُننا بھی پسند نہیں کرتے تھے اِسی سبب سے اُنھیں ایک گرو کی جستجو ہوی۔ اُس وقت کاسی میں رامانند کی بڑی شہرت تھی۔ کبیرؔ اُن کے پاس گیے لیکن مسلمان ہونے کی وجہ سے اُنھوں نے اُن کو اپنا شاگرد بنانا منظور نہ کیا۔ کبیرؔ کو رنج تو بہت ہوا لیکن اُنھوں نے ایک ترکیب ڈھونڈ نکالی۔ رامانند صبح سویرے اٹھ کر اندھیرے ہی پہنچ گنگا گھاٹ پر اسنان کرنے جاتے تھے۔ ایک دن یہ گھاٹ کی سیڑھیوں پر اُن کے راستہ میں لیٹ گیے۔ رامانند جیسے ہی اسنان کے لیے آے ویسے ہی اُن کے پاوں کی ٹھوکر کبیرؔ کے سر میں لگی۔ ٹھوکر لگتے ہی رامانند کی زبان سے افسوس کے طور پر کلمہ "رام رام" نکل پڑا۔ کبیرؔ نے اُسی وقت اُن کے قدم پکڑ کر کہا "مہاراج آج سے آپ نے مجھے رام نام سے نواز کر اپنا شاگرد بنالیا ہے اِس لیے آج سے آپ میرے گرو ہو گیے" رامانند نے خوش ہو کر کبیرؔ کو سینے سے لگا لیا۔ اُسی وقت سے کبیر رامانند کے شاگرد کہلانے لگے۔

بابو شیام سندر داس نے اپنی کتاب "کبیر گرنتھاولی" میں لکھا ہے:

"محض روایت کی بنیاد پر رامانند کو اُن کا گرو مان لینا ٹھیک نہیں
یہ روایت بھی تواریخ کی روشنی میں ٹھیک نہیں ٹھہرتی۔ رامانند جی

کی موت زیادہ سے زیادہ بعد میں ماننے سے سمبت ۱۴۶۷ میں ہوی۔ اِس کے چودہ یا پندرہ برس پہلے بھی اِس کے واقع ہونے کی شہادتیں دستیاب ہیں۔ اُس وقت کبیرؔ کی عمر گیارہ برس کی رہی ہوگی کیونکہ ہم اوپر اُن کا جنم ۱۴۵۶ میں ثابت کر آے ہیں۔ گیارہ برس کے بچے کا گھوم پھر کر اُپدیس دینے لگنا قیاس میں نہیں آتا اور اگر رامانند جی کی موت سمبت ۱۴۵۲-۵۳ کے لگ بھگ ہوی ہو تو یہ روایت جھوٹ ٹھہرتی ہے کیونکہ اُس وقت تو کبیرؔ کو اِس دنیا میں آنے کے لیے بھی تین چار برس رہے ہونگے"[1]

بابو صاحب نے یہ نہیں لکھا کہ رامانند کی موت کی تاریخ اُنھوں نے کس ماخذ سے لی ہے۔ نابھا داس کے بھکت مال کی تدوین کرنے والے پریا داس کے قول کے مطابق رامانند کی موت ۱۵۰۵ بکرمی میں ہوی۔ اِس کی رو سے رامانند کی موت کے وقت کبیرؔ کی عمر ۴۹ برس کی رہی ہوگی۔ اِس عمر میں یا اِس سے پہلے بھی کبیرؔ کیا، کوی بھی بھگت گھوم پھر کر اُپدیس دے سکتا ہے اور رامانند کا شاگرد بن سکتا ہے[2]۔ پھر کبیرؔ نے لکھا ہے ع

کاسی میں ہم پرگٹ بھیے، ہیں رامانند چیتاے

---

[1] کبیر گرنتھاولی، تمہید ص ۲۵

[2] سوال یہ نہیں کہ ایسا ہو سکتا تھا یا نہیں۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ کیا واقعی ایسا تھا؟ کبیرؔ کی پیدائش سے متعلق روایت میں بھی رامانند کا ذکر آتا ہے جس کی فاضل مولف نے

(باقی ص ۶۹ پر)

بعض عالموں[1] کا خیال ہے کہ شیخ تقی کبیر کے گرو[2] تھے لیکن گرو کو کبیر خدا سے بھی بڑا مانتے تھے اُسی گرو شیخ تقی کے لیے وہ ایسا نہیں کہہ سکتے تھے

کبیر — گھٹ گھٹ ہے اَدِ نا سی سُنہو تقی تم شیخ

ہاں یہ ضرور ہو سکتا ہے کہ وہ شیخ تقی کی نیک صحبت میں رہے ہوں اور اُن کے ساتھ مراسم بھی ہوں۔

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل) بہ دلایل تردید کر دی ہے جن اسباب سے کبیر کی پیدایش کو رامانند سے متعلق کیا گیا وہی اُن کو کبیر کا گرو ظاہر کرنے کے بھی ہو سکتے ہیں۔ اِس لیے بابو شیام سندر داس کا شبہ نہایت مناسب ہے۔ بہر حال اِس روایت سے متعلق حقایق کی جستجو ضروری ہے۔

"سنت مت کے روپ" سے بحث کرتے ہوئے مولف نے "بھکت مال" کے حوالے سے رامانند کی پیدایش سمبت ۱۳۵۶ بکرمی میں مانی ہے۔ اب اگر اُن کی موت کو ۱۵۰۵ کا واقعہ مانیں تو اُن کی عمر ڈیڑھ سو برس کی ماننی ہوگی۔ یہ عمر ناممکن تو نہیں لیکن غیر معمولی ضرور ہے اِس کے مقابلے میں بابو شیام سندر داس نے جس روایت کو قبول کیا ہے وہ زیادہ قرینِ صحت معلوم ہوتی ہے۔ اُن کے مطابق گرو رامانند کی عمر ایک سو دس برس کے قریب ہوگی۔ (مترجم)

[1] Kabir and the Kabir Panth, westcott, page 25

[2] صاحب خزینۃ الاصفیا نے کبیر کو شیخ تقی کا مرید لکھا ہے لیکن شیخ کے تفصیلی حالات نہیں لکھے ہیں۔ بہر حال شیخ تقی سے اِس تعلق کی تردید کے لیے محض (باقی اگلے صفحہ پر)

کبیر کی شادی ہوی تھی یا نہیں، یہ بات بھی مشتبہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی بیوی کا نام "لوئی" تھا جو ایک بنکھنڈی بیراگی کی بیٹی تھی۔ اُن کے گھر پر ایک روز سنتوں کا اجتماع تھا۔ اُس میں کبیر بھی موجود تھے۔ سب سنتوں کو پینے کے لیے دودھ دیا گیا۔ سب نے تو پی لیا لیکن کبیر نے

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل) قیاس آرائی کافی نہیں ہو سکتی۔ کبیر کا تعلق مسلم گھرانے سے تھا، چنانچہ یہ بات بالیقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ کم از کم خاندانی روایت کے اعتبار سے وہ مسلمان تھے، ابتدائی عمر میں کسی مسلمان بزرگ سے اُن کا بیعت کر لینا ہر طرح قرینِ قیاس ہے۔ اِس کا امکان ہے کہ بعد کے زمانے میں کبیر نے اُس سے قطع تعلق کر لیا ہو۔ واللہ اعلم۔

کبیر کے عقیدے کے بارے میں ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے۔ چنانچہ مگہر (ضلع بستی) میں سمادھی کے ساتھ ساتھ اُن کی قبر بھی بنی ہوی ہے۔ اُس سے متصل ایک مندر ہے اور اُسی سے ملحق ایک مسجد کی عمارت بھی موجود ہے۔ پروفیسر شیرانی ناقل ہیں:

"کبیر کی اوقات کے لیے دو گاوں شاہی زمانے سے معافی چلے آتے ہیں۔ ایک گاوں مسلمانوں کے قبضے میں ہے اور دوسرا ہندووں کے قبضے میں" (پنجاب میں اُردو صفحہ ۱۷۹)

چنانچہ کوی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ کبیر کے گرو کی حیثیت سے کسی مسلمان بزرگ کا وجود نہ رہا ہو۔

(مترجم)

اپنے حصہ کا دودھ رکھا رہنے دیا۔ پوچھنے پر اُنھوں نے بتایا کہ ایک سَنت
آنے والا ہے اور اُسی کے لیے یہ دودھ رکھ دیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر
میں ایک سَنت اُسی کُٹی پر آپہنچا۔ سب لوگ کبیرؔ کی قوت سے نہایت
متأثر ہوئے۔ لوئی تو بھگت پر اِس طرح فریفتہ ہوئی کہ انھیں کے ساتھ
رہنے لگی۔ بعض لوگ لوئی کو کبیرؔ کی بیوی اور بعض اُن کی مرید بتاتے
ہیں۔ اِس میں شبہ نہیں کہ کبیرؔ نے بعض شعروں میں اِس کا ذکر کیا ہے مثلاً ؎

کہت کبیرؔ سُنو رے لوئی　　　ہم تو ہنسی رہیگا کوئی

ممکن ہے کہ فی الاصل لوئی اُن کی بیوی ہی رہی ہو، لیکن بعد میں کبیرؔ
نے سَنتوں کے طریقے کے مطابق اُسے شاگرد بنالیا ہو۔ اپنی ازدواجی
زندگی کے بارے میں کبیرؔ نے اتنا اعتراف کیا ہے ؎

ناری تو ہم بھی کری، پایا نہیں بچار
جب جانی تب پَرہری، ناری بڑا بکار

کہتے ہیں لوئی سے اُن کے دو بچے تھے، ایک لڑکا تھا کمالؔ اور دوسری
لڑکی تھی کمالی۔

جس زمانے میں اپنی پند و موعظت کے لیے کبیرؔ شہرت حاصل کر رہے
تھے، سکندر لودی بادشاہ تھا۔ اُس نے کبیرؔ کے مافوق الفطرت[۱] معاملوں

۱؎ اِس حصے میں بیشتر باتیں محض عقیدتمندانہ زبانی روایتوں پر مبنی اور مافوق الفطرت
ہیں۔ اِن کی تصدیق اغلب ہے کہ کسی ذریعے سے نہیں ہوسکتی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

کا چرچا سنا تو اِن کو بلایا۔ جب کبیرؔ کو خود کو خدا کہتے سنا تو غصہ میں
آکر اُس نے اِن کو آگ میں ڈلوا دیا لیکن یہ اُس میں سے صاف نکل
آئے۔ پھر تلوار سے قتل کرنا چاہا لیکن تلوار بھی اِن کے جسم کو مجروح
کیے بغیر پار ہوگئی۔ آخر جب توپ سے اُڑانا چاہا تو توپ میں پانی
بھر گیا۔ مجبور ہوکر ہاتھی سے کچلوانا چاہا لیکن ہاتھی بھی اِن سے ڈر کر
بھاگ گیا۔ ایسے غیر فطری کرشموں میں کہاں تک سچائی ہے،
نہیں کہا جاسکتا۔ اِن کا غالباً کوئی یقین نہ کرے لیکن مہاتماؤں اور
سَنتوں کے ساتھ ایسے قصوں کا منسوب کیا جانا کوئی نئی بات
نہیں ہے۔

موت کے وقت کبیرؔ کاسی سے مگہر چلے آئے تھے۔ اُنھوں نے
خود کہا ہے ؎

سَکَل جنم سیو پُری گنوایا　　　مَرتِ بار مگہر اُٹھ آیا

عقیدہ یہ ہے کہ کاسی میں مرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے اور مگہر

(حاشیہ صفحہ ماسبق سے مسلسل) اِس لیے اِن کو نقل کرتے چلے جانے کے سوا چارہ
نہیں۔ کبیرؔ کے قتل سے متعلق سکندر لودی سے منسوب مختلف تدبیریں بھی اِسی نوعیت
کی ہیں۔ اگر اِن تدبیروں کی نوعیت پر خیال کریں تو کبیرؔ کے سکندر لودی کے سامنے
پیش ہونے والی بات بھی "بربنائے عقیدت" معلوم ہوتی ہے۔ اِن روایتوں پر
تاریخی تحقیق کی بنیاد قایم کرنا مشکل ہے۔ (مترجم)

یں مرنے سے دوزخ ملتی ہے ــــ لیکن کبیؔر نے کہا ؎

جو کاسی تن تجے کبیرا
تو رام ہیں کون نہورا

وہ تو یہ کہتے تھے کہ اگر میں سچا بھگت ہوں تو کاسی میں مروں یا مگہر میں، مجھے نجات ملنی چاہیے۔ یہی سوچ کر وہ مگہر چلے آئے۔ اُن کے مرنے کے بعد ہندو مسلمانوں میں اُن کی آخری رسوم سے متعلق جھگڑا اٹھا۔ ہندو جلانا چاہتے تھے اور مسلمان دفن کرنے کے خواہشمند تھے۔ کفن اٹھا کر جب دیکھا گیا تو میّت کی جگہ پھول، راکھ دکھائی دی جسے ہندو مسلمانوں نے آسانی سے دو حصوں میں تقسیم کر لیا۔ ہندو اور مسلمان دونوں مطمئن ہو گئے۔ یوں اُن کی شاعری کی طرح اُن کی زندگی بھی دلچسپیوں کا مرقع ہے۔

کبیؔر کی اہمیت

ہرش کی موت کا زمانہ (۶۴۷ءؑ) ہندوستان کی تاریخ میں ایک زبردست سنگِ میل کا حکم رکھتا ہے۔ شنکر آچاریہ کے ظہور سے برہمن مذہب کو دوبارہ فروغ ضرور حاصل ہو گیا تھا لیکن بعض خارجی اسباب اور دوسرے عوامل کی بدولت وہ زیادہ مدّت تک چل نہ سکا۔ رفتہ رفتہ وہ بہت کچھ مسخ سا ہو گیا۔ ہندوستان پر "شک ہُون" [शक-हूण] اور دوسرے کتنے ہی غیر ملکیوں کے حملے ہو چکے تھے لیکن اُن غیر ملکیوں کے پاس کچھ متعین مذہبی ضابطے اور سماجی اصول نہ تھے جس کے نتیجے میں وہ سب جلدی ہی ہندو مت

ؑ مطابق ۲۷ھ ــ یہ زمانہ عرب میں خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا تھا۔ جس کی ابتدا یکم محرم ۲۴ھ مطابق ۷ نومبر ۶۴۴ء میں ہوئی اور ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ مطابق ۲۰ مئی ۶۵۶ء کو آپؓ کی شہادت کے ساتھ ختم ہوئی۔ (مترجم)

بعض مسلم حکمرانوں کی وقتی تخریب کاریوں کے سبب ہندوؤں میں سماج کے طریقوں کو زیادہ منضبط کرنے کی ضرورت کا احساس بیدار ہوا جس کے نتیجے میں برنوں (فرقوں) پر مشتمل اپنے مذہب کی حفاظت، چھوا چھوت کی سختی اور پردے کی روایت[ع] قایم ہوی۔ چودھویں صدی (عیسوی) میں ہندوستانی سماج کی بے اطمینانی کے اِن خارجی اسباب کے علاوہ بعض مخصوص عوامل اور بھی تھے۔ قدیم زبان اب نیا روپ اختیار کر چکی تھی۔ مذہبی ادب کی تخلیق تمامتر سنسکرت میں ہوی تھی چنانچہ مذہب کا مطالعہ بھی پنڈتوں تک محدود ہو کر رہ گیا تھا اور عوام مذہبی علوم سے بہت دور جا پڑے تھے۔ جس طرح یورپ میں لوتھر سے پہلے پندرھویں صدی میں پوپ ہی مذہب کے "کُل" سمجھے جاتے تھے اُسی طرح کبیر سے پہلے مذہب کا علم بھی پوری طرح برہمنوں کا حصہ تھا۔ عوام کے اطمینان کے لیے کوی صورت نہ تھی۔ حکمرانوں کی آزادانہ روش کے سبب سیاسی بے اطمینانی بہت بڑھی ہوی تھی۔ محمد تغلق کے دَور سے ہی حالات میں بے قاعدگی آگئی تھی۔ پھر تیمور کے ۱۳۹۸ء کے حملے نے گویا شمالی ہند میں لاقانو ت اور تشدد کو عام کر دیا تھا۔ اِسی بے اطمینانی کے زمانے میں راماند اور کبیر کا ظہور ہوا۔ مشہور

ع اسلام میں پردے کی روایت قدیم ہے۔ گمانِ غالب ہے کہ شمالی ہند کے ہندوؤں میں پردے کا رواج مسلم معاشرے سے اختلاط کا براہِ راست اثر ہے۔ اِسے ہندو مذہب کی حفاظتی تدابیر میں شمار کرنا بہت مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ (مترجم)

میں ضم ہو کر رہ گیے اور کچھ مدت کے بعد اُن کی جداگانہ اور امتیازی حیثیت بھی باقی نہیں رہ گیی لیکن اسلامی تہذیب ایک مخصوص امتیازی قوت کے ساتھ ابھر کر آی تھی۔ فاتح کی حیثیت سے جب وہ ہندوستان میں آے تو مسلم حکمرانوں اور ہندو عوام کے مابین طبایع کے اختلاف بلکہ تضاد نے اِن دونوں کو ایک نہ ہونے دیا۔ مورخ اِسمتھ کا بیان ہے:

"چودھویں صدی[ع] میں کچھ لالچ اور کچھ ڈر کے سبب شمالی ہند کی زیادہ آبادی مسلمان ہو گیی تھی"

ع چودھویں صدی عیسوی مطابق ہے آٹھویں صدی ہجری سے۔ حضرت نصیر الدین چراغِ دہلی (متوفی ۷۵۷ھ مطابق ۱۳۵۶ء) کے بیانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی ابتدای عمر میں اودھ میں مسلمانوں کے "مزارات" تعمیر ہو چکے تھے اور اِس علاقے کے مسلمانوں میں جہاں بعض بڑے تاجر تھے وہیں "بڑے پکانے والے" کی دوکان بھی قایم تھی۔ یہ لوگ اپنے قول اور عمل سے اپنے معتقدات کی تلقین بھی کرتے رہتے تھے چنانچہ اِسمتھ کا بیان شر انگیز ہے جس کے پسِ پشت ہندو اور مسلمانوں میں منافرت پیدا کرنے کا جذبہ معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان میں اسلام کی ترویج بنیادی طور پر صوفیاے کرام کی مساعی کا نتیجہ ہے جن کا پیغام ہی نہیں ایمان بھی یہ تھا کہ تمام انسان ایک آدم کی اولاد ہیں اور اِن میں سب سے بہتر وہ ہے جس کے عمل سب سے اچھے ہیں۔ حقیقی انسان دوستی اور مساوات پر مبنی اِس پیغام میں ملک کی ساری آبادی بالخصوص یہاں کے پریشان حال اور پست تر طبقے کے لیے بڑی کشش تھی اور یہی اُن کے حلقہ بگوشِ اسلام ہونے کا سب سے اہم سبب ہے۔ ڈر یا لالچ کی وجہ سے ہونے والی تبدیلی محض وقتی یا عارضی ہو سکتی ہے اور اُس میں استحکام اور استقلال کے ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اِسمتھ کا بیان کبیر کے سلسلۂ حالات میں اور بھی غیر متعلق ہے کیونکہ "پورب دیس" بیرونی حملوں کے مراکز سے دور ہونے کے سبب مِن حیثیت المجموع محفوظ تر تھا۔ (مترجم)

نہیں تھی۔ ہندو اپنی خلقت ہی میں مذہب زدہ ہوتا ہے۔ یہ اُس کی قومی
کمزوری ہے۔ اِس کے برخلاف دوسرے مذاہب کا صریحی بطلان مسلم معاشرہ
کا امتیازی وصف ہے۔ اِن دونوں متضاد روایتوں کے امتزاج سے کبیر کی
شخصیت کی تشکیل ہوئی تھی چنانچہ اُن کا بنیادی مشن اِن دونوں دھاروں
کو ایک مخرج پر جمع کرنا تھا۔ کبیر کی تعلیم میں ہمیں ہندوؤں، مسلمانوں کے بیچ کی
دیوار کو توڑنے کی کوشش نظر آتی ہے۔ یہی اُن کی دلی خواہش تھی۔

کبیر کی اہمیت مذہبی بے اعتدالیوں کی واضح لفظوں میں مخالفت
کرکے اُسے حق پرستی کا رُخ دے دینے کے سبب ہے۔ کبیر نے سمجھ لیا تھا کہ
ہندو مسلم نزاع کی اصل اِن دونوں کی کورانہ عقیدت تھی۔ دھرم کا اصل
راستہ دنیا کی مصنوعی تفریقوں سے بالکل الگ ہے ؎

کہیہ ہندو موہنہ رام پیارا، تُرک کہئے رحیمانا
آپس میں دواد لَرِ لَرِ موے، مَرم نہ کاہُو جانا

فی الواقع ہندوستانی سماج میں اخوت کے یہ جذبات کبیر ہی کے ذریعے
پہلی بار عام ہوئے تھے۔ عبدیت کی تحریک کے تحت خدا کے سامنے مساوات
کے خیالوں کی تلقین تو رامانند نے بھی کی تھی لیکن طبقاتی تقسیم اور اونچ نیچ
کے معاملوں کو یگانگت سے بدل دینے کی جرأت کبیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی
تھی۔ سچا سُدھار کرنے والا سماج کو نیا راستہ دکھانے کے بجائے اندھی
عقیدت میں مبتلا لوگوں کو استدلال کے زور سے جگانے کو زیادہ مناسب
سمجھتا ہے۔ کبیر آزاد خیال شخص تھے۔ کاسی میں جو ہندو دھرم کا مخصوص مرکز تھا

مورخ بکلے کا قول ہے کہ:

"رابطہ یا اتحاد کا لازمی نتیجہ زمانے کی ترقی کی صورت میں ظاہر
ہوتا ہے۔"

کبیر کے بارے میں یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے۔ عوام کے مذہب سے
بے بہرہ ہونے اور حکمرانوں کے رویّہ کے سبب کبیر کی ولادت کے زمانے
میں ہندو اور مسلمانوں کے مابین اختلاف بہت بڑھ گیا تھا[1]۔ دھرم کی
سچی تعلیم کو بھول کر مصنوعی تفریقوں سے مشتعل ہو کر دونوں ذاتیں
دھرم کے نام پر اَدھرم (بیدینی) کی مرتکب ہو رہی تھیں۔ اِن حالات میں
سچے راستے کے دکھانے کا سہرا کبیر کے سر ہے۔ اگرچہ کبیر کے نصایح،
مذہبی اصلاحات تک ہی محدود ہیں، ہندوستان کے جدید دور کے سماج
سُدھار کرنے والوں میں اُن کا مقام سب سے بلند ہے کیونکہ ہندوستانی
دھرم کے تحت درسن، نگاہوں کی محافظت اور شخصی عمل تینوں کی
اہمیت مساوی ہے۔

کبیر سے پہلے بھی ہندو سماج میں کتنے ہی دھارمک سُدھار کرنے
والے اُٹھے تھے لیکن اُن میں بے لوث حقیقت بیانی کی قوت بلکہ جسارت

---

[1] یہ بھی بہت صحیح نہیں۔ کبیر کے زمانے میں ملک کے مختلف گوشوں میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریکوں
کا فروغ بجائے خود اِس حقیقت کا واضح ثبوت ہے کہ عوامی سطح پر دونوں طبقے ایک
دوسرے سے قریب آرہے تھے۔ (مترجم)

مذہبی کتابوں کے حوالے سے کی جا رہی تھی۔ کبیر نے دیکھا کہ ساستر اور پران وغیرہ کی کتھاؤں سے دھرم کے سچے اصولوں کو لوگ فراموش کر رہے تھے۔ یہ سب "جھوٹ کا بانا" ہے۔ غفلت کے سبب انسان تکلفات میں پڑ گیا ہے ؎

سُر نر مُنی نرنجن دیوا   سب مِل کینھ ایک بندھانا
آپ بندھے اَورن کو باندھے   بھوساگر کا کینھ پیانا

بات سچی ہے لیکن روکھے انداز میں کہی گئی ہے۔ مختصر سے لفظوں میں تلخ حقیقت کو اِس طرح پیش کیا ہے کہ کہنے اور سننے والے دونوں پر زد پڑتی ہے۔ اِس گفتگو کا ماحصل یہ نہیں ہے کہ کبیر نے علم کے سرچشموں بید اور قرآن کو فی الواقع مفر سمجھ لیا تھا۔ اُن کا تو کہنا یہ ہے کہ بغیر سوچے سمجھے اِن کا سہارا لینا جہالت ہے۔ اُنھوں نے اِس بات کی صراحت کر دی ہے کہ ؎

بید کتاب کہو مت جھوٹھے، جھوٹھا جو نہ بچارے

کاسی، گیا، دوارکا وغیرہ کی یاترا کا کوئی بھی فایدہ نہیں۔ آدمی کو پہلے کدورت سے پاک ہونا چاہیے۔ اِن کی پوشاک رنگی ہوئی ہے، دل نہیں۔ کبیر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے آپس کے اختلافوں کی وجہ سے دھرم کے ظاہری معاملوں میں بہت ترقی ہو گئی تھی۔ ہندو ساستروں کی رو سے پرماتما سارے عالم پر محیط ہے۔ صوفی عقیدہ بھی اِسی کا مؤید ہے لیکن عوام بنیادی اصول کو بھول کر فروعات کو ہی اصل سمجھتے اور باہم اختلاف کرتے رہے۔ خدائے محیط و بسیط کا مقام کوئی پورب اور کوئی پچھم بتاتا ہے۔ مسلمان اذان دیگر خدا کو یاد کرنے میں اپنی اہمیت سمجھتا ہے۔ پرانوں کے مطابق

کبیر کے سوا یہ پوچھنے کی جرأت کون کر سکتا تھا کہ ؎

جو تم باہمن باہمنی جائے
اور راہ تم کاہے نہ آئے

اگر کالی اور سفید گائے کے دودھ میں کوئی فرق نہیں ہوتا تو پھر اُس خالقِ کائنات کی تخلیق میں ذات اور پیشہ کا فرق کیوں؟ ؏

کوئی ہندو، کوئی تُرک کہاوے، ایک زمیں پر رہیے

سچ تو یہ ہے کہ سبھی پرمیسور کے بندے ہیں ؏

کو براہمن، کو سودرا

کبیر کی یہی وسعتِ نظری اُنھیں "کُل" پر حادی بنا دیتی ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ بندگی کے طریقے کے فروغ کے ساتھ کتنے ہی دوسرے مہاتماؤں نے بھی سودروں کو قبول کر لیا تھا لیکن:

"ذاتوں کی تقسیم رسواکن اور مضرت رساں ہے"

یہ اعلان کرنے کی جسارت کبیر سے پہلے کسی کو نہیں ہوئی تھی۔

ذاتوں کی تقسیم کے اصولوں کی پابندی میں چھوا چھوت کا مسئلہ اور بھی پیچیدہ ہو گیا تھا۔ ہندو مسلمان دونوں نے اپنے مخصوص سماجی معاملوں کی تشکیل کر لی تھی۔ دھرم کے نمائشی عناصر کا انعکاس بھی خوب ہو رہا تھا۔ دھرم صرف تکلفات تک محدود ہو کر رہ گیا تھا۔ پنڈتوں اور مُلّاؤں کی اہمیت اور اُن کی تنگ خیالی کی وجہ سے تصنع بہت عام ہو گیا تھا۔ زیادہ قابلِ ذکر بات یہ ہے کہ اِن سبھی معاملوں کی ترویج پُران، اور قرآن وغیرہ

بھی کتنے ہی طریقے بتائے گیے ہیں۔ خدا کی فرمان غیر محدود ہیں۔ اُن کے ذریعہ ظاہر کیے گیے راستوں کی سمت بھی متعین نہیں ہے۔ سبھی اپنا راگ الاپتے ہیں۔ کبیؔر نے دیکھا کہ بے شمار روپ والی ذاتِ واحد کو ایک مختصر اور محدود روپ دیکر بے سبب اختلاف بڑھائے جاتے ہیں۔ اُنھوں نے صاف صاف کہا کہ مہادیو اور محمدؐ میں کوئی بھید نہیں ہے۔ اور رام اور رحیم مترادف ہیں۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان سب اُسی پروردگار کے بندے ہیں ؎

ہندو ترک کی ایک راہ ہے ست گرو اِہے بتائی
کہے کبیؔر سُنو ہو سنتو رام نہ کہیو خدائی

اِس طرح کبیؔر نے اپنے وقت میں مذہبی بدعنوانیوں اور مذموم رسموں کو دور کر کے آپسی اختلافوں کو مٹانے کی کامیاب کوشش کی۔ سادہ زندگی، صداقت، عمدہ برتاؤ وغیرہ اُن کے اصول ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں مذہبی بنتے ہیں لیکن کبیؔر کا کہنا ہے ؏

اِن دواو راہ نہ پائی

ایک بکری کاٹتا ہے اور دوسرا گائے کو ذبح کرتا ہے۔ یہ بد عملی نہیں تو اور کیا ہے؟ کبیؔر نے ہندو مسلمان دونوں کی تصنع آمیز زندگی کو آہستہ آہستہ مساوات اور سادگی کی طرف پھیر دیا۔ اپنے خیالوں کی تائید کے لیے اُنھوں نے کسی متعین کتاب کا سہارا نہیں لیا۔ اِس کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ وہ خود کتابی علم سے بہرہ ور نہیں تھے لیکن اُن کا مشاہدہ یہ تھا کہ اِنھیں مذہبی کتابوں کا سہارا لیکر ہندو مسلمان بے انصافیاں کرتے ہیں۔

پھر سچ بات کے لیے تو اُس کی صداقت ہی سب سے بہتر دلیل ہو سکتی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ ؎

میں کہتا ہوں آنکھن دیکھی
تو کہتا کاگد کی لیکھی

سوال یہ کیا جا سکتا ہے کہ اپنے مقصد میں کبیؔر کہاں تک کامیاب ہو سکے؟ یہ واقعہ ہے کہ عوام اپنی بے بصیرتی کے سبب ہر زمانے میں عظیم شخصیتوں سے صَرفِ نظر کرتے رہے ہیں۔ زمانے کا رُخ پھیر دینے والے مہاتماؤں کو اپنی تعلیم کے عام نہ ہونے سے ہمیشہ ملال بھی ہوتا رہا ہے۔ سقراط اور کرائسٹ سبھی اِس عوامی جہل کے شکار ہوئے ہیں۔ کبیؔر کا پیغام بھی مصنوعی تفریق سے خالی عالمگیر محبت پر مبنی تھا، یہ اور بات ہے کہ اِسے آفاقیت حاصل نہ ہو سکی ہو۔

ہندوستان کے تعلیم یافتہ سماج پر بادی النظر میں کبیؔر کا اثر بہت کم پڑا لیکن ہندو اور مسلمان دونوں میں یکساں طور سے یہ بات عام ہوگئی کہ سب کا خدا ایک ہے اور سب خدا کے بندے ہیں۔ جو بھی خدا کی عبادت کرتا ہے خدا کا عبد (بندہ) ہے۔ اُس کا قرب حاصل کرنے کے لیے خلوصِ محبت ضروری ہے۔ کسی نسل، ذات، یا علم کی اِس باب میں تخصیص نہیں۔ اِس نوع کی کتنی ہی باتیں کبیؔر کے نام سے آج تک شمالی ہند کے گاؤں میں مشہور ہیں۔ ہندو مسلمان دونوں کبیؔر کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہندوستانی معاشرہ کی تاریخ میں بھی کبیؔر کے مذکورہ جذبہ کا اثر

واضح طور سے دیکھا جا سکتا ہے۔ کبیر کے زمانے کے بعد مسلم دورِ حکومت میں تقریباً تین صدی تک ہندو مسلم مذہب سے متعلق فتنہ انگیزی کا کوئی واقعہ نہیں ملتا بلکہ عہدِ اکبری کے مغل انتظامیہ میں ہندو مسلم روابط سے متعلق تو بہت واقعات مشہور ہیں۔ مورخ اِس کے مختلف اسباب بتاتے ہیں لیکن اُن تمام اسباب کے پسِ پشت ہندو مسلم اختلاف کی جڑ یعنی معاشرہ میں اندھی عقیدت کو مٹا کر مساوات کی تلقین کرنے والے کبیر کا ظہور خصوصیت کے ساتھ توجہ کا مستحق ہے۔ مورخین عموماً اِس کو نظر انداز کر گیے ہیں لیکن اِس کا اثر ہم گاؤں میں بھی دیکھ سکتے ہیں جہاں آج بھی ہندو مسلم تفریق کا کوئی اثر بظاہر معلوم نہیں ہوتا چھوا چھوت تو بہت حد تک معدوم ہے۔ یہی نہیں بلکہ دونوں برابری، زندگی کی سادہ روی، علم اور اطمینان کے مضامین پر مشتمل کتنے ہی اشعار محبت کے ساتھ مل جُل کر گایا کرتے ہیں۔ کبیر نے صدیوں کی پریشان مزاجی کو دور کر کے سماج کے ہر فرد کو زیادہ سے زیادہ شایستہ بنا دیا ہے۔ اُنھوں نے سماج میں ایک انقلاب سا پیدا کر دیا تھا۔ دھرم کے نام پر کی جانے والی بدعنوانیوں کا مقابلہ کر کے عوام کی بولی کے ذریعے معاشرہ میں بیداری پیدا کر دینے میں کبیر کی حیثیت سب سے مقدم ہے۔

عہدِ کبیر میں ادب کی حالت

دورِ انقلاب

مسلمانوں کی روز افزوں یورشوں نے ہندوؤں کے دلوں میں خوف و ہراس کی کیفیت پیدا کر دی تھی۔ اگر حملہ آور صرف لوٹ مار کر کے واپس ہو جاتے تو مقامی باشندوں کے سکون میں محض وقتی طور سے خلل پڑتا لیکن جب اُنھوں نے اِس مُلک کو اپنی مملکت قرار دیکر اِس پر حکومت کرنی شروع کی تو ہندوؤں کے سامنے اپنے وجود کو برقرار رکھنے کا سوال پیدا ہو گیا۔ پھر جب مسلمانوں نے اپنی صداقتوں کے ساتھ اپنے مذہب کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا تو حالات زیادہ تشویشناک ہو گیے۔ ہندوؤں میں مسلمانوں سے لوہا لینے کی طاقت نہیں تھی۔ وہ مسلمانوں کو شکست نہیں دے سکتے تھے لیکن اپنے دھرم کی بربادی بھی اُن کے لیے ناقابلِ برداشت تھی۔ اِس مایوسی کے عالم میں اُن کے پاس خدا سے دعا کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا۔ تلوار کی جگہ اُنھوں نے "مالا" کا سہارا لیا اور بہادری کے بدلے صبر اور درگذر کی

مذہبی دور کا آغاز

ادب میں مذہبی خیالوں کے بنیادی حیثیت اختیار کر لینے کے سبب مذہب سے متعلق ادب کی تخلیق کے امکانات روشن ہو گیے۔ اُس وقت برج بھاشا ترقی پر تھی۔ [1] اُس میں ایسے ادب کے سلسلے کا آغاز ہوا۔ ڈنگل بھاشا ایسے ادب کے لیے کلّی طور پر مطابق نہ تھی۔ وہ رَن کی زبان تھی۔ اُس میں طبلِ جنگ کا شور تھا، مذہب کے لطیف جذبات اُس میں پروان نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اِن کے لیے تو برج بھاشا کی طرح میٹھی زبان کی ضرورت تھی۔ اِس لیے اِسی میں ادب کی تخلیق ہونے لگی۔ اگرچہ اُس زمانے تک برج بھاشا میں کرِسن سے متعلق ادب کی تخلیق کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا لیکن نمبارک کے عقیدے سے متاثر ہو کر جیدیو کے گیت گوبند کی دُھن، بھاشا کو ادب کی طرف آگے بڑھا چلی تھی۔

---

[1] اِس حصے میں افسوس ہے کہ مولف تاریخی ترتیب کا پاس نہ کر سکے۔

ڈاکٹر دھیریندر ورما کی تحقیق ہے کہ:

"برج بھاشا سے متعلق پندرھویں صدی عیسوی تک کے نمونے نہ ہونے کے برابر ہیں۔" (برج بھاشا ویاکرن، مطبوعہ الہ آباد ۱۹۳۷ء)

اِس کے برخلاف اودھی میں چودھویں صدی تک کی باقاعدہ تصنیف دستیاب ہیں اور پورب دیس کے رہنے والے کبیر اِن سے براہِ راست متاثر ہو رہے تھے۔

(مترجم)

راہ اختیار کی۔ وہ خدا کی قوت اور اُس کے دستور پر یقین کرنے لگے۔ کبھی اگر کہیں پر بہادری کی چنگاری دکھائی دیتی تو دوسرے ہی لمحے میں وہ بجھ جاتی تھی یا بجھا دی جاتی تھی۔ اِن حالات میں بدعملوں کو سزا دینے کا کام اُنھوں نے خدا پر چھوڑ دیا اور عالمِ اشیا کے معاملوں سے کنارہ کش ہو کر دوسری دنیا اور فکر و استغراق کے عالم میں بسر کرنے لگے۔ اُس زمانے میں ہندو راجا اور پرجا دونوں کے خیال اِسی طور پر ڈھل گیے تھے اور ویرگاتھا کال کی ویر رَس (بہادری) کی روایت آہستہ آہستہ خاموش ہو کر سِنگار رَس (طربیہ) میں تبدیل ہونے لگی۔

ڈِنگل ادب کا انحطاط

راجاؤں کا سیاسی شعور غیر واضح اور دھندلا ہو گیا تھا اِس لیے وہ اپنی عظمت اور اہمیت کے بلند مقام کو بھی قایم نہ رکھ سکے۔ اُن کے معیاروں میں تبدیلی ہونے کی وجہ سے بھاٹوں کے لیے بھی سہارے کی کوئی جگہ نہیں رہ گئی۔ وہ اب کس کی ویرگاتھا (بہادری کی داستان) گاتے اور کسے رَن کے لیے حوصلہ دلاتے۔ ناچار وہ بھی میدان سے ہٹنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ڈنگل ادب کی ترقی کی رفتار میں بھی فرق آنے لگا۔ اُس کی روایتی تخلیق میں رکاوٹ پڑنے لگی اور ادب کا معیار بھی گرنے لگا۔ روایتی ڈنگل بھاشا محض نام کے لیے مروجہ زبان ہو کر رہ گئی۔ اُس کا ادبی وقار بھی اُس عہد کے ادب کی طرح پورے طور پر برباد ہو گیا۔

ممکن نہیں۔ البتہ اگر اُن کی شاعری میں بھکتی کا وہ روپ ہوتا جو مذہبی دور میں عام ہوتا تو اُنھیں مذہبی دور کا پہلا شاعر ضرور تسلیم کیا جاتا۔

رام سے متعلق ادب

راما نند کے اثر سے رام بھکتی رواج پا رہی تھی لیکن اِس علاقے میں ابھی تک کوئی شاعر[۱] پیدا نہیں ہوا تھا۔ یوں تو راما نند نے خود بھی ہندی میں کچھ متفرق چیزیں کہی ہیں لیکن رام سے متعلق ادب کے روشن مستقبل کی خبر دینے والی اُس میں کوئی چیز نہیں تھی۔ تلسی داس کی فکر کے آفتاب کی کرنیں بھی ابھی آسمانِ ادب پر نمودار نہیں ہوئی تھیں۔

صوفی ادب

اِس زمانے میں مسلمانی حکومت کے دو اثرات ظاہر تھے یعنی:

(۱) مسلمانوں کے مذہب کے اصولوں کا پرچار، اور

(۲) مسلمانوں کی عیش کوشی پر مشتمل تفریحی ادب۔

جب مسلمانوں نے ہندوستان کو اپنا وطن بنالیا تو وہ اپنے مذہب کے پرچار کے ساتھ یہاں کے دھرم کو سمجھنے کی بھی کوشش کرنے لگے۔ نتیجے میں صوفی مت کے پرچار کا راستہ کھلا۔ اُنھوں نے مذہب کے خیالوں کو واضح روپ سے پیش کرنے کے لیے ہندو کتھاؤں سے مدد لی۔

---

[۱] راما نند کے زمانے کا تعین جس طرح مولف نے کیا ہے اُس کی روشنی میں یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ پورب کے علاقے میں اُن سے پہلے شاعری کی غیر منقطع اور مسلسل روایت موجود تھی۔ (مترجم)

میتھل کوکل ودّیاپتی[۱] سیو کے معتقد ہوتے ہوئے بھی رادھا کرِسن کی عقیدت میں اپنے قلم کا استعمال کر چکے تھے۔ اُنھوں نے گیت گوبند کے سُروں میں ہی اپنی شاعری (پداولی) کی تخلیق کی تھی۔ اگرچہ ودّیاپتی نے رادھا کرِسن کے چرنوں میں بھکتی کے جذبات کا اظہار نہیں کیا اِس کے باوجود وہ اُن کی خوبیوں کے بیان میں پوری طرح محو ہیں۔ کمار سوامی کے قول کے مطابق تو اُن کی تخلیقات میں روحانی کشش ظاہر ہوتی ہے لیکن ودّیاپتی کے کلام کا مطالعہ کرنے والا اُنھیں بھکت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ اُنھوں نے رادھا کرِسن کے معاملوں کو جوانی کی بے سُدھ حرکتوں کے طور پر پیش کیا ہے۔ اُن کے شباب اور وصل کی کیفیتوں کے بیان میں سرنگار رس (عشقِ مجازی) کی تمام سرمستیاں بنیادی حیثیت سے موجود ہیں اور بھکتی شہوانیات کے مقابلے میں الگ پڑی ہوئی تڑپ رہی ہے۔ ایسی صورت میں ودّیاپتی کو روحانی شاعر کہنا

---

[۱] وِدّیاپتی کا تعلق برج بھاشا سے بس دور کا ہو سکتا ہے۔ وہ دربھنگہ کے بِسپی نامی گاؤں کے رہنے والے تھے قیاساً سمبت ۱۴۱۷ میں پیدا ہوئے اور سمبت ۱۵۰۷ میں مرے گویا اُنھوں نے "پوربی" کے مشہور شاعر مُلّا داؤد کا آخری زمانہ پایا تھا۔ اُن کا داؤد سے متاثر ہونا خلافِ قیاس نہیں ہے۔ بہرحال داؤد کی موجودگی میں ودّیاپتی کو "مذہبی دور کا پہلا شاعر" تسلیم کر لینے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

(مترجم)

اِس طرح بیانیہ شاعری وجود میں آئی۔ ہندو ماحول سے آراستہ عشقیہ
کہانیوں کے سہارے اُنھوں نے اپنے متصوفانہ عقیدوں کا پرچار کرنے
کی کوشش کی۔ وہ اودھی بھاکھا میں دوہے، چوپائی اور چھند کے روپ
میں سادگی کے ساتھ مثنوی کے ڈھنگ پر اپنے خیالوں کو صراحت سے
پیش کرنے لگے۔ اِس طرح کی تخلیقات میں "مرگاوت" اور "مدھومالت"
مشہور ہیں[1]۔

تفریحی ادب، پہیلیاں

صوفی ادب کے ساتھ مسلمانوں کی لذت کوشی کے اثرات بھی نمایاں ہو کر سامنے آنے لگے۔ امیر خسرو[2] کی مُکری اور پہیلیوں نے تفریحی ادب پیدا کیا۔ دیر گا تھا کال
کی شام میں تفریح کا یہ سامان قدرتی اور فطری ہوتے ہوئے بھی غیر اہم تھا
کیونکہ خسرو کی پہیلیوں میں نہ تو ادبی متانت تھی اور نہ کسی مخصوص ضابطہ کا
اُن میں اظہار ہوتا تھا۔ یہ صرف خیالوں کو گدگدا دینے والی ایک چیز تھی
کھانا کھا کر حقہ پیتے وقت یہ تفریح کا ذریعہ ہے۔ اِس میں اگر سرنگار رس
(طربیہ) ہے تو وہ بھی غیرت سے خالی اور عریاں۔ کسی قدر ہنسی چاہے
آجائے لیکن زندگی میں اِن سے بیداری نہیں آسکتی۔

---

[1] مرگاوت ملک محمد جایسی کی اور مدھومالت شیخ منجھن کی تصنیف ہے۔ (مترجم)

[2] خواجہ امیر خسرو کا زمانہ رامانند اور ودیاپتی وغیرہ سے پہلے کا ہے۔ اِس تاریخی
پس منظر میں دیکھیں تو اُن کی شاعری کی اہمیت بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ (مترجم)

ہٹ یوگ

اِسی زمانے میں گورکھ ناتھ کے پنتھ کا پرچار ہو رہا تھا۔ ہندی ادب کے مورخوں نے گورکھ ناتھ کا زمانہ ۱۲۰۰ء[3]
مانا ہے لیکن مرہٹی ادب کی "گیانیسوری" نامی کتاب سے اِن کا زمانہ
اِس سے بہت پہلے کا معلوم ہوتا ہے۔ "گیانیسور مہاراج" کے باپ
وٹھل پنت اپنے آخر زمانے میں گورکھ ناتھ کے معاصر تھے اور
اُنھیں کے شاگرد ہوئے تھے۔ وٹھل پنت نے ۱۲۷۰ء کے لگ بھگ
گورکھ ناتھ کی شاگردی اختیار کی تھی اِس لیے گورکھ ناتھ کا زمانہ اِس کے
آس پاس ہی کا مانا جانا چاہیے۔ اِس طرح اُن کا مؤثر وقت تیرھویں صدی
بکرمی کے وسط کا ہوگا۔

گورکھ ناتھ کے واسطے سے مروجہ ہٹ یوگ الیسور کے حصول کے
ذرائع کا ایک خاص روپ مانا جاتا ہے۔ تنجلی کے یوگ کا سب سے زیادہ
دلکش انداز سے پرچار کرنے کا سہرا گورکھ ناتھ ہی کے سر ہے۔ اُنھوں نے
اپنا ایک الگ پنتھ چلایا جس کے ماننے والے "کن پھٹے" کہلاتے ہیں
کیونکہ وہ اپنے کان میں بلور کا بڑا سا کنڈل پہنے رہتے ہیں۔ کبیر نے
خدا تک رسائی کے لیے اُن کے ہٹ یوگ کا خاص طور سے سہارا لیا
ہے کیونکہ کبیر کے زمانے میں اُس کو ایک خاص پنتھ کی حیثیت سے شہرت
حاصل تھی۔

---

[3] ظاہر ہے کہ تاریخی ترتیب میں اِن کا ذکر خسرو سے پہلے آنا چاہیے تھا۔ (مترجم)

اِس طرح ظاہر ہوتا ہے کہ روحانی مسایل کو سلجھانے کے لیے، جو دلیلوں کے ذریعے نہیں سلجھائے جاسکتے، گورکھناتھ نے بھی روپک (تمثیل) کا سہارا لیا ہے جو زیادہ تر اپنشدوں اور خاص کر پچھلے اپنشدوں میں پائے جاتے ہیں.... گورکھناتھ کے اصول کی سب سے بڑی خصوصیت بغیر کسی شبہ کے اُس کی آفاقیت ہے۔ وہ سبھی ذاتوں کے لیے کھلا ہوا ہے اور اُس میں کھانے پینے سے متعلق کوی خاص جھنجھٹ نہیں ہے۔ دونوں باتوں میں یہ راما نند کی بسنو سے متعلق روایت سے مماثل ہے۔ دونوں فرقوں کی مماثلت اِس بات سے اور بھی بڑھ گئی ہے کہ دونوں نے اپنے سنتوں کو ممیز کرنے کے لیے لفظ "اَودھوت" استعمال کیا ہے۔[1]

سَنت مَت مسلمانی مذہب کے اصولوں نے تصوف (صوفی مت) کے پرچار کے علاوہ ہندو دھرم کو بھی متاثر کیا، جس کے نتیجے میں سَنت مَت کے خدوخال مرتب ہوے۔ مسلمانوں کی طینت مورتی پوجا کے یکسر خلاف ہے۔ وہ کسی طرح بھی خدا کو ارضی صورت نہیں دے سکتے۔ اُن کی اِس طینت نے سَنت مت کے برہم (خدا) کو کبھی بُت کی شکل میں ظاہر نہیں ہونے دیا۔ ہندوؤں کا بُت پرستانہ مزاج کسی طرح بھی اُن مسلمانوں کی طبیعت سے میل نہیں کھاتا تھا جو بُت شکن تھے۔

---

[1] E.B.E vol XII PP. 833-838

گورکھ پنتھ ریو کی عقیدت اور یوگ ساستر کا مرکب ہے۔ پتنجلی اور اپنشدوں میں جو اہمیت یوگ ابھیاس (ریاضت)، سَسریہ کا چکمہ (جسم کے تقاضوں)، داتُ (ہوا)، بَیَن (افتادگی) اور سواس (سانس) سے متعلق رہس واد کے اصولوں کو دی گیی ہے، اُس سے صاف ظاہر ہے کہ گن پھٹا پنتھ اور یوگ میں زبردست مطابقت ہے۔

گورکھ بودھ کی شہادت کے مطابق پون (ہوا) کا مقام ناف ہے اور اُس کی بنیاد شُنیہ (خلا) ہے جو ہر طرف پھیلا ہُوا ہے۔ ہَوا (مَنَس) خواہشات کی تکمیل کرتی ہے جس کا مقام دِل ہے۔ مَنَس چاند سے متاثر ہوتا ہے آسمان (خلا) میں قیام کرتا ہے۔ پَوَن سورج کی شُنیہ (خلا) حالت سے اثر لیتا ہے۔ ایک دوسرا مادّہ "لفظ" بھی ہے جس کا مقام روپ میں ہے۔ دل، ناف، روپ اور آسمان کی تخلیق سے پہلے مَنَس خلا میں لافانی تھا۔ ہَوا غیر محدود تھی، لفظ غیر متشکل تھا اور آسمان اور زمین کے بیچ میں قایم تھا۔

خلا چار قسم کے ہیں:

سہج (آسان) - اَنوبھو (علم)
پَرَم (خاص) - اَتیت (خارج)

اِسی اَتیت (خارج) خلا میں نیند یا موت کے وقت روح آرام کرتی ہے۔ مادّے پانچ ہوتے ہیں جن میں ایک نِرمان (تصنع) ہوتا ہے۔ اور دروازے دس ہوتے ہیں جو کاملیت کے حصول کے ذرایع ہیں۔

باتوں کا عدم ہے جو مسلمانوں کے مذہب کو نامنظور ہیں۔ اس طرح سنت مت کے روپ کا بہت کچھ انحصار مسلمانوں کے معتقدات پر ہے۔

ادبی ماحول

مسلمانوں کے مذہب کے قایم ہو جانے کے بعد کے ادب کی حالت پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس میں بھاٹوں کے زمانے کی بہادری کی کیفیات سے لبریز تخلیقات روز بروز کم ہوتی جارہی تھیں، اگرچہ اُن کا سلسلہ ضرور قایم تھا۔ دوسری طرف مذہبی بے اطمینانی کے سبب رام اور کرسن کی بھکتی سے متعلق دو دھارائیں پھوٹ نکلنے کے لیے راستہ ڈھونڈ رہی تھیں۔ یہ دونوں بت پرستی (مورتی پوجا) میں ہی اپنے مدعا کو لیے ہوئے تھیں۔ اِن کے برخلاف صوفی شاعروں کی بیانیہ شاعری اور سنت مت کے وحدانیت پر مبنی خیالات ایک دوسرے سے مربوط تھے۔ بہت دور "پورب" میں ہٹ یوگ کی تلقین میں گورکھناتھ اور اُن کے شاگردوں کی ایک جماعت نثری کتابوں کے ذریعے مصروف تھی جب کہ دِلّی کے شاہی ماحول میں خسرو کی پہیلیاں سلجھائی جارہی تھیں۔ اِس طرح ادبی ماحول بطورِ مجموعی افراتفری کا تھا اور اِس میں غور و فکر کے لیے یکسوئی کی صورت ناپید تھی۔

مسئلہ یہ تھا کہ بت پرستی ترک کر دینے کے بعد بھی اپنے دھرم کو تیاگ (آخری اسلام) دیے بغیر کوئی شخص کس طرح ہندو رہ سکتا تھا؟ اِس مسئلہ کا حل سنت مت نے پیش کیا۔ اِس مت کے ذریعے اُس اُلجھن کو دور کیا جا سکتا تھا۔ کبیر اِس مت کے بانی ہوئے۔ اُنھوں نے مسلمان اور ہندو دھرم کے بنیادی اصولوں کو لیکر اپنے پنتھ کی تشکیل کی۔ اِس طرح:

"ایسور ایک ہے، جس کے 'مُکھ ماتھا' نہیں ہے۔
وہ 'پُشپ باس سے پاترا' ہے۔
وہ 'نِرگُن سگُن سے پرے' ہے"

خدا کا یہ تصور صوفی مت اور 'ادویت واد' میں یکساں ہے۔ تصوف میں 'بقا' کے حصول کے لیے 'فنا' ضروری ہے۔ روحانی زندگی پانے کے لیے دنیا سے مَرا ہوا بن کر رہنا چاہیے۔ 'حق' ایک ہے اور 'بندہ' (سادھک) اُس کا ہی روپ ہے۔ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ پر محیط ہے۔ شیطان بندے کو حق کی راہ سے ہٹا دیتا ہے۔ سادھک کو اپنی سادھنا (بندگی) میں متعدد حالتوں سے گذرنا پڑتا ہے۔ اِسی طرح "ادویت واد" میں مایا برھم کی قوت ہے۔ وہی متفرق شکلوں کو جنم دیتی ہے۔ دنیا میں مختلف شکلیں محض نام کے لیے ہیں، وہ سب مٹنے والی ہیں۔ اُن پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا اُن کا وجود شیشہ اور شراب سے ہے۔ کبیر نے اِن دونوں دھرموں کے بنیادی اصولوں سے اپنے پنتھ کی تشکیل کی ہے۔ اِس "کبیر پنتھ" میں مسلمانی مذہب کی وہ سبھی باتیں ہیں جو ہندو دھرم سے میل کھا سکتی ہیں اور اُن سبھی

کبیرؔ کے مطابق "سَنت مَت" کا روپ

کبیرؔ کی پیدایش کے وقت شمالی ہند میں رامانند کے اثرات پوری طرح پھیلے ہوے تھے۔ رامانند کی پیدایش کے بارے میں صحیح طور پر تو کچھ نہیں کہا جا سکتا لیکن "بھکت مال" کی رو سے اُن کی ولادت سمبت ۱۳۵۶ بکرمی میں ہوی تھی۔ اُن کے والد کا نام پُن سَدن اور ماں کا سُشیلا تھا۔ رامانند رامانج کے سلسلے سے متعلق تھے اور اُنھوں نے ملک کے اطراف میں بار بار سفر کرکے اپنے اصولوں کا خوب پرچار کیا تھا۔

سری رامانج آچاریہ کے مطابق ناراین کی عبادت ہی اصل ہے اور بِسنو کے ایسے ماننے والوں کو اَہِنسا پر پورا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ رامانج آچاریہ نے بِسنوی دھرم کی مقبولِ عام صورت کو قایم رکھتے ہوے بھی سودروں کو اپنے سلسلے سے دور رکھا تھا۔ رامانند نے

نئے معیار قایم کیے۔ اُنھوں نے نارایَن کی جگہ رام کی بھگتی پر زور دیا اور رام بھگتی کے نقطۂ نظر سے برہمن اور سودر دونوں کو یکساں طور پر اپنا لیا۔ رامانند کے شاگرد کبیرؔ پر اِن باتوں کا بہت اثر پڑا اور سَنت مَت کی تشکیل میں اُنھوں نے مِن حیث الاکبر اُنھیں باتوں کو شامل کیا۔ اِس طرح کے خیالوں سے سَنت مَت کا جو روپ ابھرا اُس میں رامانند کا اثر بہت نمایاں ہے چنانچہ

ایسور کے لیے لفظ 'رام' کا استعمال (اگرچہ رام سے مراد آنند کے برھم سے ہے، دسرتھ کے بیٹے رامچندر سے نہیں)

ذات کے فرق کو مٹانا ؎

(ذات پات پوچھے نہیں کوی — ہَری کو بھجے سو ہَری کا ہوی)

اور ہندی میں شعری تخلیقات

یہ سبھی باتیں رامانند کے اثر سے سَنت مَت میں آی ہیں۔ [۱]

کبیرؔ پہلے سَنت تھے جنھوں نے رامانند کے خیالوں کی تلقین بڑی بیخوفی سے کی۔ وہ جلاہے کے گھر میں پیدا ہوے اِس لیے اسلامی عقیدے

---

[۱] آخرالذکر دونوں باتوں کو رامانند کا اثر بتانا محتاجِ ثبوت ہے، اِس لیے کہ:
(الف) ابتدائی ہیج پر رامانند خود کبیرؔ کو اپنا چیلا بنانے کے لیے آمادہ نہ تھے۔
اور (ب) "ہندی" میں شعر کہنے میں نہ تو رامانند کو اولیت حاصل ہے اور نہ اس باب میں اُن کی غیرمعمولی اہمیت ہی ہے۔ (مترجم)

کو اُن کے مسلک میں پورا دخل ہے۔ ممکن ہے اِسی وجہ سے وہ رام کو خدائے بسیط کا روپ دینے میں ناکام رہے ہوں۔ اُنھوں نے اپنے گرو کا دیا ہوا رام نام خدا کو پکارنے کے لیے قبول تو ضرور کر لیا تھا لیکن اِس کو وہ کسی طرح بھی تشخص نہیں کر سکے۔

" رام خدائے بسیط ہے جو نِرگن اور سگن دونوں سے مُنزّا ہے۔
وہی رام ، رحیم ہے۔
وہی رام ، گوبند ہے۔ "

اِسی طرح کبیر نے بِشنو کے ضابطوں کو بھی اپنایا ہے۔ اُسے کبھی تو اُنھوں نے "ساکیت" ہی کا نام دیا ہے اور کبھی "ست لوک" کا، اگرچہ بِشنو کے دھرم کے ساکیت اور کبیر کے ساکیت یا ست لوک میں بہت فرق ہے۔ کبیر کا ساکیت 'ست پُرش' (ذاتِ حق) کا مقام ہے جو خود انسان کے 'سہسترِ دل کمل' میں ہے اور جس میں یہ شعور ہوتا رہتا ہے۔ بِشنو کے معتقدوں کا ساکیت بِشنو کی قدرتِ کاملہ ہے۔ کبیر نے بِشنو کے عقیدہ مندوں کی بھکتی کو ہی اپنے لامحدود 'رام' کی خوشنودی کے حصول کا آسان ترین ذریعہ سمجھا تھا۔ اِس بھکتی میں عشق سب پر مقدم ہے۔ کہا نہیں جا سکتا کہ کبیر کی بھکتی میں عشق کا عنصر بِشنو دھرم سے آیا تھا یا صوفی مت سے۔ عشق کی اہمیت دونوں مسلکوں میں برابر ہے۔

کبیر نے اپنے مذہبی اصولوں کا جو تصور قایم کیا ہے قریب قریب وہی آگے چل کر سنت مت کی صورت میں ظاہر ہوا۔ بے شمار سنتوں نے

ایسور کے حسن اور غیر حسن پر اپنے خیالوں کے امتیازات قایم کیے ہیں لیکن اُن کے باقی تاثرات کبیر کے اصولوں سے ہی ماخوذ ہیں۔ کبیر کا ایسور ایک ہے، اُس کا روپ نہیں ہے، جسم نہیں ہے۔ یہ یا تو کبیر کے مسلمانی مزاج کے سبب تھا یا اُس زمانے کے ہندوستانی ماحول کا اثر تھا جس میں مسلمان فاتحوں کے غلبے کے سبب خود حفاظتی تدابیر کے طور پر ہندو مورتی پوجا کے کسی بدل کی جستجو کر رہا تھا اور کبیر کے لامحدودیت کے تصور کے لیے حالات سازگار ہو چکے تھے۔ چنانچہ اُن کے اصول بڑی آسانی سے شمالی ہندوستان میں مقبول ہو گیے۔

اِس موقع پر یہ بات اہمیت رکھتی ہے کہ کبیر نے اپنے روپ اور بے روپ سے آزاد برھم کا ذریعہ بھکتی کو بنایا ہے حالانکہ خدائے بسیط تک رسائی کے لیے بنیادی حیثیت عبادت کی ہی ہے بھکتی کی نہیں۔ عبادت میں عشق کے مقابلے میں امید اور بیم کی کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اِس اصول اور اُس بے اصولی کے مابین توازن پیدا کرنا نہایت دشوار تھا لیکن کبیر کے یہاں اپنے برھم کے حصول کے لیے بھکتی کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور وہ اپنے ایسور سے پریم بھی زیادہ کرتے ہیں۔ اِن حالات کا نتیجہ یہ ہے کہ لامحدودیت کا تصور صاف صاف بت پرستی کا رُخ اختیار کر لیتا ہے۔ لامحدودیت بے داغ اُسی وقت رہ سکتی ہے جب اُس میں عبادت کا جذبہ بے تعلقی کی صورت میں قایم رہے اور اُس میں امید اور بیم پیدا کرنے والی قوتیں کی [illegible]

رہیا۔ جب بھگتی کا لطیف جذبہ اُس میں شامل ہو جائے اور سمندر
کی طرح چھا جانے والی عشق کی پُرزور فطرت نمایاں ہونے لگے
تو لامحدودیت کا تصور بہت کچھ تعینات میں بدل جاتا ہے۔ اِس تصور
میں تشخص کا احساس ہونے لگتا ہے ایسور عشق کا ہیولا بن کر سامنے
آجاتا ہے۔ نتیجے کے طور پر خداے مطلق دنیا کا کارساز بننے کے بجائے
بھگتوں کے دکھ درد میں برابر حصہ لینے والا معلوم ہونے لگتا ہے۔
سنت مت میں اِسی جذبہ کی اشاعت کی گئی ہے اور کبیر نے اِسی کا
سہارا لیا ہے۔ وہ خداے مطلق کی عبادت نہ کر سکے۔ اُنھوں نے پوری
لگن کے ساتھ اُس کی بھگتی کی اور یہی کبیر کی بڑی بھول تھی۔ اگر انھیں لامحدودیت
کے تصور کے ساتھ ایسور کی عبادت کرنی تھی تو بھگتی اور پریم کے ساتھ نہ کرتے۔
اور اگر وہ بھگتی اور پریم کو نہیں چھوڑنا چاہتے تھے تو اُنھیں بھگوان کے
'شخص' کی پوجا کر کے تصور کا پرچار کرنا تھا۔ وہ نہ تو ذاتِ مطلق
ہی کی ٹھیک سے عبادت کر سکے اور نہ 'مشخص' کی ہی پوری بھگتی کر سکے۔
دونوں کے مرکب نے اگرچہ اُن کے خیالوں کی اشاعتِ عام کا موقع فراہم
کر دیا لیکن معبودیت کا تصور بہت مبہم ہو گیا۔ چنانچہ ہم کبیر کے طریقے
کو نہ تو واحد اور مطلق کی عبادت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ اِسے
مشخص ایسور کی بھگتی ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔[۹]

۹۔ ہندی گیت کار صہ ۹۷

کبیر صوفیوں کی صحبت میں بھی رہتے تھے[۵]۔ اور اُنھوں نے اہلِ تصوف
کے عقیدوں سے اثر بھی قبول کیا تھا۔ صوفی مت میں روح (آتما)،
قلب (ہردے)، اور عقل (بُدّھی) کا تفوق مانا گیا ہے۔ نفس (اِندری)
کا مقام ادنا ہے کیونکہ پہلی تین طاقتیں سچائی کے راستے کی طرف لے
جاتی ہیں اور چوتھی گمراہی کی طرف، اِسی لیے اہلِ تصوف صراحت کے
ساتھ نفس کشی کا حکم کرتے ہیں۔ روح کے معاملوں میں چار مراتب
خیال کیے گئے ہیں:

ناسوت ـ ملکوت

جبروت اور لاہوت

لاہوت ہی کبیر کا ساکیت یا ست لوک ہے۔ صوفی مت کی بنیاد
وحدانیت پر ہے۔ اُس خدا تک رسائی کے لیے عشق کی بہت اہمیت
ہے اِسی لیے عشق کے جذباتِ کامل کا رخ عبد کی طرف سے معبود
کی طرف ہوتا ہے۔

صوفی مت اور ہندو دھرم کے 'برھماواد' نے مل کر کبیر کو رھسں وادی

۵۔ مانک پُرہی کبیر بسیری ۔ مدّت سُنی سیکھ تقی کیری
اوجَو سُنی یَوَن پُر تھانا ۔ جھونسی پیرن کو ناما
ایک اِس پیر لکھے توہ ٹھاما ۔ خط ما پڑھے پیغمبر ناما
(بیجک رمینی صہ ۲۴)

اِس گوبِند کو مطلق کون کہیگا ؟ ذاتِ مطلق کے پاؤں کہاں ہیں ؟ وہ تو "مکھ ماتھا" اور "روپ بے روپ" سے آزاد ہے اور [1]

"پُہپ باس تھے پاترا انوپ تَت"

ہے لیکن بھگتی کی بالادستی نے لامحدودیت کے سَنت مُت میں تشخص کی صورت پیدا کردی ہے۔ کبیر بھگت تھے لیکن ساتھ ہی وہ محدودیت اور لامحدودیت سے آزاد برھم کا وصل چاہنے والے رھس وادی بھی تھے۔

صوفی مت کے برعکس لیکن ہندو دھرم کی روایت کے مطابق برھم کو مرد اور آتما کو عورت کی حیثیت سے تصور کرکے کبیر نے ان دونوں کے فراق اور وصال کے معاملوں کی عکاسی کی ہے اور انہیں تصورات پر اُن کا رَہس واد بنی ہے۔ لیکن یہ رَہس واد سَنت مت میں کبیر تک ہی محدود رہ گیا ہے۔ ظاہراً کسی دوسرے شاعر نے اِن معاملوں کے بیان کی کوشش نہیں کی ہے۔ اس کے باوجود برھم کی تذکیر کا تصور سَنت مَت میں ابتدا سے آخر تک رہا ہے۔ کبیر نے برھم واد سے مذکر برھم، مایا (دولت۔ دھوکا) اور چِنتن (فکر) اور صوفی مت سے عشق کو لیکر اپنے "مت" کی تشکیل کی ہے اور اِسی طور پر سَنت مَت پھولا پھلا۔ سادھنا (عبدیت) کے نقطۂ نظر سے کبیر نے بھگتی کے علاوہ بعض عمل ہٹھیوگ سے بھی لیے ہیں۔ اگر ایک طرف وہ یہ کہتے ہیں کہ ؎

کبیر ہنسنا دور کر کر رووَن سوں چِت
بِن رویاں کیوں پایئے پریم پیارا مت [1]

---

[1] کبیر گرنتھاولی ص ۹

بنادیا۔ وہ خدا اور اپنی ذات میں کوئی فرق نہیں سمجھتے پریم میں کھو کر وہ اپنی روح کی وسعتوں کو خدا میں اور خدا کی وسعتوں کو اپنی روح میں جذب کردیتے تھے۔ آتما اور پرماتما کا یہ ملاپ انہیں "انا الحق" کا نعرہ عطا کرتا ہے ؎

نَینا نیجھر لائیا رَہٹ بسے نِس جام
پَپیہا جیوں پیو پیو کروں کبر و ملہُ گے رام [1]

اِسی دوہے میں رَہس واد کی کیفیت کے ساتھ ساتھ خود اپنی ذات کا عرفان بھی موجود ہے جس کا موقع وحدانیت کے مسلک میں ہو ہی نہیں سکتا اس عشق اور فراق میں خود کے ساتھ کُل کا تصور بھی موجود ہے۔ دوسری طرف آسمان (خلا) میں ذاتِ مطلق کا وجود تسلیم کیا گیا ہے۔ اِن دونوں نظریوں میں اتحاد نہیں ہوسکتا۔ برھم (خلا) کے لیے جس کا کوئی روپ نہیں ہے "برہ کو انگ" ایسا ہی ہے جیسے عشق کے بغیر "انوراگ" [یہ محبت]۔ پریم اور بھگتی کے اتحاد سے لامحدود بھی مشخص ہو جاتا ہے اور یہی معاملہ سَنت مَت کے برھم کا ہے محض نام کے لیے ایسور مطلق اور صفات سے منزہ ہے لیکن اس کی عبادت صاحبِ صفات کی طرح کی جاتی ہے دادو کہتے ہیں ؎

گوبند کے چرنوں ہی لیوں لادوں
جیسے چاترک بن میں بولے پیو پیو کر دھیادوں ...... وغیرہ [2]

---

[1] کبیر گرنتھاولی ص ۹

[2] Hindi Selections Book IV Page 225

وہ مجسم ہوش ہے۔ وہ بھگتی اور یوگ سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اُس کا نام باقی یا ست پُرش ہے۔ اُسی سے دنیا پیدا ہوئی[1] ہے۔ ایسور کے حصول میں گرو کا بہت اہم مقام ہے۔ پرماتما سے ملانے کے سبب گرو کا مقام خود پرماتما سے بھی اونچا ہے۔

۲۔ مایا یہ ست پُرش سے پیدا ہے۔ یہ ازل سے پھیلنے والی قوت ہے۔ اِس کے دو روپ ہیں:

سچ اور جھوٹ[2]

سچ مایا تو مہاتماؤں کو ایسور کے حصول میں معاون ہوتی ہے۔ جھوٹ مایا عالم کو ایسور سے دور کرتی ہے۔ کبیر نے جھوٹی مایا کا ہی زیادہ تر ذکر کیا ہے۔ یہ تین طرح سے اثر انداز ہوتی ہے[3]۔ یہ پیدا، پرورش اور برباد کرنے والی بھی ہے[4]۔ زیادہ تر یہ دنیا کو سیدھے راستے سے ہٹا کر غلط راستے پر لانے والی ہے۔ یہ کھانڈ کی طرح میٹھی[5] ہے لیکن

---

[1] اچھے پُرش اک برچھ ہے نرنجن وا کی ڈار
تِردیوا ساکھا بھئے پات بھیا سنسار (کبیر بجنادلی)

[2] مایا کے دوئی روپ ہے ست مِتھیا سنسار (کبیر پرچے ص ۳۰۵)

[3] کبیر مایا پاپنی ہرِ سوں ہران (کبیر گرنتھاولی ص ۳۲)

[4] نرگن پھانس لیے کر ڈولے بولے مدھری بانی
مایا مہا ٹھگنی ہم جانی (کبیر کے پد ص ۳۷)

[5] مایا کے گُن تین ہیں جنم، پالن، سنہار (کبیر پرچے ص ۳۰۰)

تو دوسری طرف اُنھیں کا کہنا یہ بھی ہے کہ ؎

سولہ کلا سنپورن چھاجا انڈ کے گھر باجیں باجا
سُشمن کے گھر بھیا انندا اُلٹ کنول بھیٹے گوبندا[1]

اِس طرح خدا کی عبادت میں اُنھوں نے بھگتی کے علاوہ ہٹ یوگ کو بھی آفاقی حیثیت دی اگرچہ بھگتی اور ہٹ یوگ میں کوئی مطابقت نہیں ہے۔

اب کبیر کے چلائے ہوئے سنت مت کے خاص خاص تصورات کا مجملاً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ خدا یا ایسور سنت مت کا ایسور[2] ایک ہے اُس کی کوئی صورت یا حد[3] نہیں ہے۔ وہ نرگُن اور سگُن سے آزاد ہے وہ دنیا کے ہر ایک ذرہ[4] میں ہے۔ وہی ہر ایک کی سانس میں ہے۔ وہ بیان میں نہیں آسکتا۔ اُس کا صرف تصور کیا جا سکتا ہے۔ وہ مجسم نور[5] ہے۔ وہ دکھائی نہ دینے والا اور بے نیاز ہے

---

[1] کبیر گرنتھاولی ص ۱۵۷

[2] میرا صاحب ایک ہے دوجا کہا نہ جائے
صاحب دوجا جو کہوں صاحب کھرا رسائے (کبیر بجناولی)

[3] جا کے منھ ماتھا نہیں، ناہیں روپ کُروپ
پُھپ باس تے پاترا ایسا تت انوپ (ایضاً)

[4] نرگُن کی سیوا کرو، سگُن کو کرو دھیان
نرگُن سگُن سے پرے تہاں ہمارو گیان (ایضاً)

[5] پار برہم کے تیج کا کیسا ہے اُنمان
کہوے کو سوبھا نہیں دیکھیا ہی پروان (ایضاً)

اس کا اثر زہر کی طرح ہے۔ اس نے سارے عالم کو اپنے بس میں کر رکھا
ہے۔ اس کا تعلق کنک اور کامنی سے ہے۔ دنیا کی جتنی بھی پرکشش
اور لبھانے والی چیزیں ہیں وہ سب مایا کی رتسیاں ہیں کبیر کہتے ہیں

مایا تجوں تجی نہیں جاای — پھر پھر مایا موہ بپٹاای
مایا آدر مایا مان — مایا نہیں تہاں برھم گیان
مایا رس مایا کر جان — مایا کارن تجے پران
مایا جپ تپ مایا جوگ — مایا باندھے سب ہی لوگ
مایا جل تھل مایا آکاس — مایا بیاپ رہی چھوں پاس
مایا ماتا مایا پتا — اَتِ مایا استر سُتا
مایا مار کرے بیوپار — کہے کبیر میرے رام آدھار

۳۔ ہٹیوگ اعضا اور سانس پر قابو حاصل کر کے اُن
مناسب صرف یعنی ضمیر کو اس طرح یکسو کرنا
پرماتما کے بغیر ارتنی سروپ میں محو ہو جائے اور اس عمل میں روح

---

۲۱ کبیر مایا موہنی جیسے میٹھی کھانڈ
ست گرو کی کرپا بھئی نہیں تو کرتی بھانڈ (کبیر گرنتھاولی ص ۳۳)

۲۲ کبیر مایا پاپنی پھندے بیٹھی ہاٹ
سب جگ پھندے پڑیا گیا کبیرا کاٹ (ایضاً ص ۳۲)

۲۳ مایا کی جھل جگ جلیا کنک کامنی لاگ
کہہ دھوں کہہ بدھ راکھیے روئی بیٹی آگ (ایضاً ص ۳۵)

جگہ پر قایم ہو کر ایشور میں جذب ہو جائے، یہی ہٹیوگ ہے۔ اس
ہٹیوگ کا مدعا قوت کے ساتھ برہم سے مل جانا ہے۔ جسمانی اور
ذہنی ریاضت کے ذریعے برہم کا وصال حاصل کر لینا ہی ہٹیوگ
کا کمال ہے۔ اس میں چوراسی آسنوں کا ضابطہ ہے[۱]۔ اس کے ذریعے
خدا کے قرب کے لیے جسم کو آمادہ کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد پرانا یام
ہے جو سانس کے آنے جانے کے معاملہ کو ضابطہ کے تحت لانے کا
دستور ہے۔ اس سے طبیعت میں یکسوی آتی ہے اور خدا کے قرب
کے حصول میں مدد ملتی ہے۔ ریچک (رقت پیدا کرنے والے)، کُنبھک
(مشکل کرنے والے) اور پورک (تکمیل کرنے والے) سانسوں کے
ذریعہ پرانا یام کی قوت بیدار ہوتی ہے جس سے جسم کے اندرون میں
بنیادی سہاروں (مولادھار) کے سلسلے سے بل کھائی ہوئی روح
ہوتی ہے۔ ریڑھ کی ہڈی کے متوازی، سانس کی نالی کے پھیلاؤ میں مولادھار
کے قایم ہونے کی جگہ، من کی اہمیت سے ناآشنا سانپ کی طرح، خلوص
اور احکام کے سلسلے کو پار کر کے پیچ در پیچ برہمانڈ میں قایم سہستر
دل کمل کا لمس حاصل ہوتا ہے جس سے بے انتہا شور کی دُھنی سنائی دیتی ہے[۲]

---

۱ چترشیت یا سنان سنت نانا ودھانچ
(شیو سنہتا، ترتی پٹل، شلوک ۸۴)

۲ اُلٹے پون چکر سٹ بیدھا سُن سُرتی لے لاگی
امر نہ مرے مرے نہیں جیوے تاہ کھوج براگی
(کبیر گرنتھاولی ص ۹۱)

اپنے کو اَنَا الحق کی مستحق بنا سکتی ہے[1] اِس اَنَا الحق
میں روح عالمِ لاہوت سے متعلق ہوتی ہے۔
لاہوت سے پہلے تین عالموں میں روح اپنے آپ کو "مطہر" بنانے
کی کوشش کرتی ہے۔ اِسے ہم طہارت کی منزل (Purgatory)
کہہ سکتے ہیں۔ وہ تین عالَم یہ ہیں:

عَالَمِ ناسوت (سَت بھوتک سنسار)
عَالَمِ ملکوت (چِت سنسار) اور
عَالَمِ جبروت (آنند سنسار)

لاہوت میں حق (الیسور) سے اتصال ہوتا ہے جو ہمیشہ ایک ہے۔

۵۔ رَہس واد کبیرؔ نے ادویت واد اور صوفی مَت کے مرکب سے اپنے رَہس واد کی تشکیل کی۔
اِس میں روح خدا کا وصال حاصل کر کے ایک عمدہ روپ اختیار
کر لیتی ہے اور دونوں میں کوئی تفاوت نہیں رہ جاتا۔ اِس
رَہس واد میں عشق کی حیثیت بنیادی ہے۔ یہ عشق مالک کے معاملے
میں ہی تکمیل کو پہنچتا ہے۔ اِس لیے کبیرؔ نے روح کو عورت کا روپ

۱؎ ہم چہ بودن بوند خالق غرق ہم تم بیس
(کبیر گرنتھاولی ص ۱۷۷)

— لیکن یہ مصرع صحیح نہیں ہے اور بے معنی ہو کر رہ گیا ہے۔ (مترجم)

سُہستر دل کمل میں قایم چاند سے گنگا کے روپ کی پنگلا ناڑی میں
امرت کا اثر ہوتا ہے۔ جسم میں گنگا اور جمنا کے سارے امرت اور
زہر کی تاثیر موجود ہوتی ہے۔ جو یوگی ہیں وہ زہر کا اثر روک کر اپنے
جسم کو آبِ حیات سے پُر کر لیتے ہیں اور ہزاروں برسوں تک زند
رہتے ہیں۔ پرانا یام کے ذریعہ پانچ روحوں کے توازن کی پُر پیچ
کیفیت جو سانپ کی طرح مولادھار چکر میں سوتی ہے، جو اپنے ہی نور
سے منور ہے ہٹھ یوگ میں نہایت اہم قوت ہے۔ اِسی ہٹھ یوگ کو
کبیرؔ نے الیسور کے حصول کا ذریعہ مانا ہے۔

۴۔ صوفی مت صوفی مت کا اثر سَنت مَت پر کما حقہ
پڑا ہے۔ صوفی مت میں بندے اور خدا کا
وصال مقصود ہوتا ہے۔ اِس میں مایا کے لیے کوئی جگہ نہیں ہے
ہاں شیطان کی حیثیت ضرور مانی گئی ہے جو بندے کو بھلاوا دے کر
غلط راہ پر لے جاتا ہے۔ خدا سے ملنے کے لیے بندے کو اپنی روح کی
صفائی کرنی پڑتی ہے۔ اِس کے لیے چار صورتیں مانی گئی ہیں:

۱۔ شریعت ۲۔ طریقت
۳۔ حقیقت ۴۔ معرفت

معرفت میں روح بقا (جیون) حاصل کرنے کے لیے فنا ہو جاتی
ہے۔ اِس فنا ہونے میں عشق (پریم) کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے۔
بغیر عشق کے بقا کا تصور ہی نہیں ہو سکتا۔ اِسی بقا میں روح

دیکر خدا کی تعظیم مالک (پتی) کی حیثیت سے کی ہے جب تک خدا کا وصال حاصل نہیں ہوتا روح برہنی (فراق زدہ عورت) کی طرح تڑپتی رہتی ہے۔ جب روح کو خدا کا وصال میسر ہو جاتا ہے اُس وقت رہسس واد کے مقاصد کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ دونوں میں دوئی کی صورت باقی نہیں رہ جاتی۔

"جب، وہ (میرا، زندگی اور جسم) دوسرا نہیں کہلاتا تو میرے گُن اُس کے گُن ہیں۔ جب ہم دونوں ایک ہیں تو اُس کا ظاہری روپ میرا ہے۔ اگر وہ بلائی جائے تو میں جواب دیتا ہوں اور اگر میں بُلایا جاتا ہوں تو وہ میرے بُلانے والے کو جواب دیتی ہے اور کہہ اُٹھتی ہے لبّیک (میں حاضر ہوں) وہ بولتی ہے گویا میں ہی گفتگو کر رہا ہوں۔ اِسی طرح اگر میں کوئی قصہ کہتا ہوں تو گویا وہ اُسے کہہ رہی ہے۔ ہم دونوں کے بیچ میں واسطہ پورے طور سے اُٹھ گیا ہے اور اُس کے نہ رہنے سے میں تفریق کرنے والے معاشرے سے بہت اوپر اٹھ گیا ہوں۔" [ع۵]

کبیر نے خدا کی عبادت میں اپنی روح کو پوری طور سے پتی ورتا (اپنے

ع۵ The idea of personality in Sufi-ism : Page 20

شوہر سے عقیدت رکھنے والی) عورت مانا ہے۔ وہ خدا سے [ع۱] ملنے کے لیے بہت بے چین ہیں۔ خدا سے جدائی کی زندگی اُن کے لیے ناقابلِ برداشت ہے۔ کبیر کا رہسس واد [ع۲] بہت ہی جذباتی ہے۔ اُس میں خدا کے ساتھ پائیدار عشق ہے۔ جب اُس کی تکمیل ہوتی ہے تو کبیر کی روح ایک بیاہی ہوئی عورت کی طرح شوہر سے ملاپ کرنے پر خوش ہو اُٹھتی ہے۔ اِس طرح [ع۳] کے فراق اور وصال کے اشعار میں ہی کبیر نے اپنے رہسس واد کی بہترین تخلیق کی ہے۔ سنت مت کے دوسرے شاعروں نے بھی اسی رہسس واد پر لکھا ہے لیکن اُن کے یہاں وہ کیفیت نہیں ہے جو کبیر کے یہاں ہے۔

۶۔ روپک

کبیر نے اپنے تجربات کو متعدد انداز سے ظاہر کیا ہے۔ جب اُن کے خیال سادہ زبان میں ادا نہیں ہو پاتے تھے تو وہ کسی روپک (تمثیل) کا سہارا لیا کرتے تھے۔

ع۱ بہت دِنن کی جووتی باٹ تمھاری رام
جیو ترسے تم مِلن کو مَن ناہیں بِسرام (کبیر گرنتھاولی ص۸)

ع۲ کے برہنی کوں میچ دے کے آپا دکھلای
آٹھ پہر کا داجھنا مو پے سہیا نہ جاے (ایضاً ص۱۰)

ع۳ دُلھنی گاوہُ منگل چار
ہم گھر آے ہو راجا رام بھتار (ایضاً ص۸۷)

یہ تمثیل کبھی کبھی بالکل ہی مبہم اور غیر واضح ہوتی تھیں جن کا مطلب
دریافت کر لینا صرف اُنھیں کے لیے ممکن ہوتا تھا جو کبیر پنتھی تھے یا جو
کبیر کے ضابطوں سے پوری طرح آشنا تھے۔ خیال کے حسن اور قبح کو
معمولی لفظوں میں پیش نہیں کیا جا سکتا تھا اس لیے کبیر نے بے شمار
مرقعے تراشے ہیں جن کو انگریزی میں The language symbols
یا تمثیلی زبان (روپک بھاشا) کا نام دیا گیا ہے۔

کبیر نے اِن روپکوں کو خصوصیت کے ساتھ دو طرح باندھا ہے
ایک تو اُلٹوانسی کا انداز ہے جس میں روزمرہ کے معاملوں کے برخلاف
تصور پیش کیا گیا ہے[1]۔ اور دوسرا طریقہ تحیر آمیز واقعات کی پیشکش
ہے[2]۔ اِن دونوں کا تعلق رھس واد سے ہے۔ جسم میں خدائے لم یزل
کا تصور ویسا ہی ہے جیسے ناؤ میں ندی کا ڈوب جانا اور خدا سے
وصال کی کیفیت ویسی ہی ہے جیسے شیر کا کان کاٹنا۔ اِن تمثیلوں میں

---

[1] پہلے پوت، پیچھے بھئی مائی، چیلا کے گُر لاگے پائی
جل کی مچھری ترور بیائی، پکڑ بلای مُرگے کھائی
(کبیر گرنتھاولی ص۹۱)

[2] پُہپ بنا ایک ترور پھلیا، بن کر تور بجایا
ناری بنا نیر گھٹ بھریا، سہج روپ سو پایا
(ایضاً ص۹۰)

اگرچہ خیال واضح نہیں ہو پاتا لیکن تجربہ کی صراحت ضرور ہو جاتی ہے۔
کبیر انھیں تمثیلوں کے سبب کہیں کہیں مبہم ہو گیے ہیں لیکن اِن تمثیلوں میں
ہمیں اُن کے تجربے کی جستجو کی کوشش کرنی چاہیے۔ ذیل میں تین تمثیلوں
کی مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

اسَت گرو ہے رنگریز، چُنری میری رنگ ڈاری

مرید کے خدای کے تجربہ کی آخری حدوں میں مرشد کا کیا مقام
ہے؟ اِس کی طرف اِس تمثیل میں اشارہ کیا گیا ہے۔ نرگن کے اصولوں
میں سنتوں کے مکالموں میں مرشد کی اہمیت بہت ہے۔ رنگریز[1] کپڑے
سے میل صاف کر کے اُسے ایسے رنگ میں رنگتا ہے کہ پہننے والے کی
زینت میں اضافہ ہو جاے (پہننے والے سے مراد یہاں پر روح سے ہے)
اِسی طرح گرو باطن کی کیفیات کے وقوف کی تعلیم دیتا ہے اور روح خدا
سے متعلق تجربوں کی صورت میں حقیقت کے انوکھے رنگ میں رنگ کر
مجیٹھ کی طرح لال ہو جاتی ہے۔ اِس تمثیل کا کبیر نے بار بار استعمال

---

[1] خدا کے مختلف ناموں میں ایک "صبّاغ" (رنگنے والا) بھی ہے
چنانچہ قرآن پاک میں بھی آیا ہے صِبْغَةَ اللهِ أحْسَن ——
زیادہ قرینِ قیاس ہے کہ کبیر نے رنگریز کی تمثیل یہیں سے لی ہو۔
(مترجم)

کیا ہے۔ صرف فرق اتنا ہوا کہ کبھی کبھی سَت گرو کا استعمال آدمی
کے لیے نہ کر کے خود خدا کے لیے یا اُس کی تجلّی کے واسطے بھی کیا ہے۔
جس سے عِلم معرفت میں وسعت آجاتی ہے۔

۲- کیٹ بھَنگ کی گَت ہے سادھو

بھنگ نام کا ایک کیڑا ایک دوسرے کیڑے کیٹ کو پکڑ لیتا ہے
اُس کے چاروں طرف یہ چکّر لگاتا ہے یہاں تک کہ کیٹ کیٹ نہیں
رہ جاتا۔ کسی باطنی اثر سے وہ کیٹ بھنگ کی صورت میں تبدیل ہو جاتا
ہے۔ اِس تمثیل کا صرف کبیر نے گرو یا سادھو کی صحبت کے عمدہ اثرات
کے اظہار کے لیے کیا ہے۔ مادّی دنیا کے اندھیرے اور دُھند میں
پھنسا ہوا ضمیر حق کی طرف رجوع نہیں کر سکتا اور خدائی کے اعلا منصب
کا حصول اُس کے لیے انتہائی مشکل ہے البتہ عمدہ صحبت جو مرشد
سے متعلق ہے روحِ بیدار کو اُس طرف راغب کر دیتی ہے اور نتیجہ میں
یہ انوکھی بات ممکن ہو جاتی ہے کہ نفس دنیاوی خروش کو ترک کر کے
غیر ارضی علم میں محو ہو جاتا ہے۔ اِس طرح عِلم الٰہی سے واقف اُس بدھ
کا درجہ پا لیتا ہے جو حق کے اصلی روپ سے آشنا ہے۔

۳- اَٹھ دَل کنول اور اَجپا جاپ

اِس میں طالب کو یوگ سے متعلق ایک زاویۂ نظر ملتا ہے۔ یوگی کا

عقیدہ ہوتا ہے کہ "تنفس" کے متوازی چھ سلسلے (شٹ چکر) ہیں۔
اگر کوئی غیر ارضی معاملوں کا حقیقی علم حاصل کرنا چاہے تو اُس کے لیے
روحانیت کے اِن اہم مرکزوں کو منور کرنا لازم ہے۔

اِن مرکزوں سے جاری ہونے والی نوری کرنیں بھگت کو آگے
بڑھنے اور اپنی ذات کو خدا کی حقانیت میں جذب کر دینے کا حوصلہ
دیتی ہیں۔ جب روح کو وصال کی راہوں پہ چلتے ہوئے خدائی مظاہر
سے متعلق حقائق منکشف ہو کر مطلق فراق کا احساس ہونے لگے
تو اُس وقت کہا جا سکتا ہے کہ اُس روح کو معرفت کی لگن
(craving) حاصل ہو گئی ہے۔ بھگت کے سفر میں یہ حالت بہت
اہمیت رکھتی ہے کیونکہ ذاتِ حق سے اتصال کے لیے اِس
منزل سے گذرنا ناگزیر ہے۔ جب آدمی روحانیت کی حقیقی لگن
(craving) کی منزل پر پہنچ جاتا ہے تو پھر اسے کسی سہارے کی
ضرورت نہیں رہ جاتی۔ رام نام کا گانا دل کی دھڑکن کے ساتھ
ہونے لگتا ہے۔ اِس کو نرگن طبقہ کی اصطلاح میں "اجپا جاپ"
(بغیر وِرد کا وِرد) کہتے ہیں۔ روحانیت کی یہ منزل ہی روح میں
غیر ظاہر طور پہ نام کی تخلیق کرتی ہے۔

تو، ترور، ہوں پنکھی آہ مند[19] بھاگی تیرو درسن[20] نانہہ
تو ست گرُ[21]، ہوں نوتن[22] چیلا
کہہ کبیر مِل انت کی بیلا

(گوڑی)

پنڈ[23] موئے جیو کہہ گھر جاتا | سبد[24] اتیت[25] اناہد[26] راتا[27]
جن رام جانیا تنہہ[28] پچھانیا | جیو گونگے ساکر من مانیا[29]
ایسا گیان کتھے بنوارِی[30] | من رے پَون دِرڑھ[31] سکھمن[32] ناری[33]
سو گر کر ہو بہُر[34] نہ کرنا | سو پد رَو[35] ہو جے بہُر نہ رونا
سو دھیان دھرہ جے بہُر نہ دھرنا | ایسے مرہ جے بہُر نہ مرنا
الٹی گنگا جمن[36] ملاوَد | بِن جل سنگم من منہہ نھاوَد

---

[19] بدبخت
[20] ہندی: درشن = دیدار
[21] خدا، مرشد
[22] نیا، نادر
[23] جسم، بدن
[24] ہندی: شبد = لفظ، آواز
[25] خارجی۔ عجیب
[26] بغیر پیدا کیا ہوا عجیب شور
[27] محو یا غرق ہو جاتا ہے
[28] پہچانتے ہیں
[29] جی میں خوش ہوتا ہے
[30] جنگل والا، سری کرسن، مراد خدا سے ہے
[31] سخت، ٹھوس، مصمم
[32] ہٹ یوگ کے مطابق جسم کی تین خاص نالیوں میں سے ایک
[33] ہندی: ناڑی = خون کی رگ
[34] پھر، پیچھے، بعد میں
[35] طواف کرنا، لذت حاصل کرنا، صحبت کرنا
[36] پنگلا ناری
[37] اِڑا ناری، بائیں طرف کی رگ

خدا سے متعلق اشعار

(گوڑی گواریری)

اب موہِ جلت رام جل پائیا[1] | رام اُدک[2] تن جلت بجھائیا
من مارن[3] کارن[4] بن جائیے | سو جل بن بھگونت نہ پائیے
جہہ پاوک[5] سُر نر ہے جارے | رام اُدک جن جلت اُبارے
بھو[6] ساگر سکھ ساگر ماہیں | پیو رہے جل نکھٹت ناہیں
کہہ کبیر بھج سارنگ پانی[7]
رام اُدک میری تکھا[8] بجھانی

(گوڑی)

مادھو[9] جل[10] کی پیاس نہ جائی | جل منہہ اگن[11] اُٹھی ادھکائی
تو جل ندھ[12]، ہوں جل کا مین[13] | جل منہہ رہیو جلہہ بن کھین[14]
تو پنجر، ہوں سوآ[15] تور | جم[16] منجار[17] د کہا[18] کرے مور

---

[1] اب رام کی صورت کے پانی نے مجھ جلتے ہوئے کو پا لیا ہے
[2] پانی
[3] اصل: مارنڑ (मारण)
[4] اصل: کارنڑ (कारण)
[5] پاک کر دینے والا، مراد آگ سے ہے
[6] بحر حیات، دنیا
[7] ہندی: سارنگ پانڑی (पाणि) = بِشنو (وشنو)، خدا
[8] تیزی، پیاس
[9] کرسن (کرشن)، بیساکھ کا مہینہ
[10] آب نشاط
[11] خواہشات کی آگ
[12] سمندر
[13] مچھلی
[14] پانی میں غرق رہنے کے باوجود پانی سے محروم ہوں
[15] توتا
[16] موت کا فرشتہ
[17] بلی
[18] کیا

چرن کمل سُوں لاگی پریت   گوبند لبے نتانت چیت
مائیا پرت بِجُھیا انگیار   مَن سنتوکھ نام آدھار
جَل تھَل پور رہیے پربھ سُوای   جَت پیکھیو تَت انتر جامی
اپنی بھگت آپ ہی دِرڑائی   پورب لِکھت مِلیا میرے بھائی

جِس کِرپا کرے تِس پورن ساج
کبیر کو سُوامی گریب نواج

(آسا)

سُت اپرادھ کرت ہے جیتے   جننی چیت نہ راکھس تیتے
رامیا ہوں بارک تیرا   کاہے نہ کھنڈس اَوگُن میرا
جے اَت کُرودھ کرے کر دھائیا   تا بھی چیت نہ راکھس مائیا
چِنت بھون من پریو ہمارا   نام بِنا کیسے اُترس پارا

---

۱ سے   ۲ چت، دل
۳ انگ + آرا = انگارا
۴ جد = جب — اور اسی طرح 'تت' = تد = تب، کت = کد = کب وغیرہ بھی آتے ہیں۔
۵ دیکھو   ۶ پکّی کی، پختہ کی
۷ ہندی: پورو (پُورو) = پہلا — پہلے جنم کا لکھا ہوا
۸ غریب نواز   ۹ بیٹا   ۱۰ ماں   ۱۱ وہ = بچہ
۱۲ غصّہ   ۱۳ ماں   ۱۴ فکروں کا چکّر

لوچا سمسر اہُ بیہو ہارا   تَت بیچار کیا اَور بیچارا
اَپ تیج بائی پرتھمی آکاسا   اَیسی رہت رہو ہر پاسا
کہے کبیر نرنجن دِھیاوو
تِت گھر جاو جے بہُر نہ آوو

(گوڑی)

اب موکو بھیئے راجا رام سُہائی   جنم مَرن کٹ پرم گت پائی
سادھو سنگت دئی اِو رلائے   پنچ دوت تے لیو چھڑائے
اَمرت نام جپہو جپ رسنا   اَمول داس کر لینو اپنا
ست گرو کینو پر اُپکارو   کاڑھ لین ساگر سنسارو

---

۱ دوزخ   ۲ مثل، طرح
۳ کاروبار، ڈھونگ، دنیا کے دھوکے   ۴ مادّہ، شے
۵ پانی، آب   ۶ چمک، حرارت   ۷ ہندی: وای، وایو = ہوا
۸ خدا   ۹ دوڑو   ۱۰ جلنا مرنا
۱۱ جلنے اور مرنے کے پھندے کاٹ کر   ۱۲ دی ہو، تم نے دی
۱۳ ایک، ہو جانا، رل جانا
۱۴ پانچ خبر دینے والے، حواسِ خمسہ
۱۵ سے   ۱۶ نہ مرنے والا، لافانی
۱۷ زبان

تم دھن دھنی اُدار تیاگی[1] سَرَون سُنی اُت سُجَس تمھار
مانگو کاہ رَنک[2] سبھ دیکھوں تم ہی تے میر نِستار[3]
جیدیو، ناما[4]، بپ[5] سداما تِن کو کرپا بھئی ہے اپار
کہہ کبیر تم سَمَرتھ[6] داتے چار پدارتھ دیت نہ بار

(رام کلی)

توں میرو میرپربت، سُوامی اوٹ گہی میں تری
نام تُم ڈولہُ، نا ہم گرتے، رکھ لینی[8] ہر میری
اب تب جب کب تُہی تُہی[9] ॥ ہم توءِ پرساد سُکھی سدہی[10]
تورے بھروسے مگھر بسیو میرے تن کی تپت بجھائی
پہلے درسن مگھر پائیو، پھن کاسی بسے آئی
جیسا مگھر، تیسی کاسی، ہم ایکے کر جانی[11]
ہم نردھن جیو اِہ دھن پائیا مرتے پھوٹ گمانی
کرے گمان، چبھے تس سُولا[12] کو اوکاڑھن کو ناہی
اجے سُو جھ کو بِکَل بلاتے نرکے گھور پچا ہی[13]

---

[1] تارک، تیاگ کرنے والا [2] خراب، بیکار [3] رہائی، چھٹکارا
[4] نامدیو [5] برہمن [6] مجبور، لاچار [7] سہارا، آڑ، پناہ
[8] رکھ لین، اُنھوں نے (یا تم نے) رکھ لی
[9] توہی توہی، تم ہی تم [10] سدا ہی، ہمیشہ
[11] ہم نے ایک ہی کی جانی [12] کانٹا، بھالا
[13] میں ابھی تک پچھلے جنم کی تیکھی چبھن سے بلبلا رہا ہوں

دیہہ بِمَل مت سداسریا
سہج[1] ہج گن رَوے کبیرا

(آسا)

انتر میلُ جے تیرتھ نھاوے تِس بیکنٹھ نہ جانا
لوک پتی نے کچھ نہ ہووے ناہیں رامُ آیانا[2]
پوجہہ رامُ ایک ہی دیوا ॥ ساچا نھاون گرو کی سیوا
جل کے مجن جے گت ہووے نِت نِت مینڈک نھاوہیں
جیسے مینڈک تیسے اُوی نر پھر پھر جونی آوہیں
منہہ کٹھور و مرے بنارس نرک نہ بانچیا جائی
ہر کا سنت مرے ہاڑ بنے تا سگلی سین[4] ترائی[5]
دن سُس رین بید نہیں ساستر تہاں بسے نِرنکارا[6]
کہہ کبیر نرتِ بہہ دھیاوہ باوَرِ[7]یا سنسارا

(بلاول)

دَر[8] ماندے ٹھاڑے دربار
تجھ بن سُرت کرے کو میری درسن دیجے کھولہہ کوار

---

[1] آہستہ آہستہ، معمول کے مطابق [2] نادان، ناواقف
[3] اونچے لہجہ میں [4] ساری فوج
[5] اگر لہجے کو تیز کرتے ہوئے، ہری کا سنت مرجائے اور اسے نجات مل جائے تو ساری
فوج شور مچاتی ہوئی اِس دنیا کے سمندر کو تیر کر پار کرلے
[6] نِرآکار، مطلق، غیر متشکل [7] پاگل [8] درماندہ، تھکا ہوا

کون نرک کیا سرگ بچارا، سنتن دواو رادے[1]
ہم کا ہوکی کانن نہ کاڑھت اپنے گرپرسادے
اب تو جای چڑھے سنگھاسن ملی ہے سارنگ پانی
رام کبیرا ایک بھئی ہے کوی نہ سکے پچھانی

(رام کلی)

کون کاج سرجے جگ بھیتر جنم کون پھل پائیا
بھوندھ ترن تارن چنتا منِ اک نمکھ نہ اُہ من لائیا
گوبند ہم ایسے اپرادھی
جن پربھ جیو پنڈ تھا دیا تس کی بھاو بھگت نہیں سادھی
پردھن پرتن پرتی نندا پراپ باد نہ چھوٹے
آواگون ہوت ہے پھن پھن اُہ پرسنگ نہ توٹے
جہ گھر کتھا ہوت ہر سنتن اک نمکھ نہ کینو میں پھیرا
لمپٹ چور دوت متوارے تن سنگ سدا بسیرا
کام، کرودھ، مائیا، مد متسرا ے سنپے مو ماہیں
دیا دھرم ارو گرد کی سیوا اے سپنتر ناہیں

---

۱ سنتوں نے جنت اور دوزخ دونوں کا مزا لے لیا۔ دوزخ اِس دنیا کی کلفتوں کی صورت میں اور جنت خدا کی عبادت کے نتیجہ میں ۲ حیثیت، عزت
۳ پار لگانے والا ۴ لمحہ ۵ گناہ گار ۶ غیر عورت ۷ ہندی: اپواد = بدنامی
۸ آنا جانا، مرنا جینا ۹ کی اِدن = کیہیوں = میں نے کیا ۱۰ غصہ
۱۱ سرمایہ، پونجی ۱۲ اور ۱۳ اے = بسن (دوشنو) ۱۴ سپن انتر = خواب کے اندر

دین دیال کرپال دمودر بھگت بچھل بھے ہاری[1]
کہت کبیر بھیر جن راکھہ ہر سیوا کروں تمھاری[2]

(راگ مارو)

بنہہ بسے کو پائیے جو لو منہہ نہ تجہہ بکار
جہہ گھر بن سمسر کیا، تے پورے سنسار[3]
سار سکھ پائیے رام ۱۱ رنگ رَوہ آتمے رام[4]
جٹا بھسم لیپن کیا کہا گپھا مہہ باس
من جیتے جگ جیتیا جاتے بکھیا تے ہوئے اُداس[5]
انجن دیئیو سبھے کوئی ٹک چاہن ماہِ بڈان[6][7][8]
گیان انجن جہ پائیا تے لوان پروان[9][10]
کہہ کبیر اب جانیا گر گیان دیا سمجھائے
انتر گت بھیٹیا اب میرا من کتھوں نہ جائے

---

۱ خوف، ڈر ۲ بھیڑ، مجمع، کائر
۳ دنیا میں اُن لوگوں کو کامیابی حاصل ہوتی ہے جو اپنے گھر کو جنگل کا جیسا بنا لیتے ہیں۔ ۴ حقیقی راحت
۵ اپنے ضمیر کے حقیقی رنگ میں رنگ کر ہی خوش رہنا چاہیے۔
۶ جاننے والا، مطلب کا علم رکھنے والا
۷ سرمہ، سیاہی ۸ راستے نظروں سے اوجھل ہو گیے، مسدود ہو گیے
۹ علم، معرفت ۱۰ پرمان، پروانہ، ثبوت

(ایضاً)

رِدّھِ سِدّھِ جاکو پُھرِی تب کاہوں سُوں کیا کاج
تیرے کہنے کی گت کیا کہوں مَیں بولت ہی بڑ لاج

رامُ جِہہ پائیا رام || تے بھُونہہ نہ بارے بار
جھوٹھا جگ ڈہکے گھنا دِن دُئی برتن کی آس

رام اُدھک جِہہ جن پیاسا رہتہ بہُر نہ بھی پیاس
گُر پرسادِ جِہہ بو جھیا آسا تے بھئی یا نراس

سبھُ سچ ندری آئیا جو آتم بھئی یا اُداس
رام نام رس چاکھیا ہر نا ما ہر تار

کہہ کبیر کنچن بھئی یا بھرم گئی یا سمُدرے پار

(ایضاً)

اُدک سمُند سلل کی ساکھیا ندی ترنگ سماوہنگے
سُنہہ سُن ملیا سمدرسی پَون روپ ہوی جاوُہنگے

---

۱ مست، آزاد ۲ جوگی، جسے روحانیت حاصل ہو چکی ہو ۳ پھڑکنے لگا، تیزی آگی
۴ سے، کسی سے ۵ وہ زمین پر بار بار نہیں آتے ۶ ٹھگتا ہے
۷ صرف میں لانا، استعمال کرنا ۸ اُدک = پانی
۹ ہندی: نراش ـــ اس دنیا کی امیدیں نا امیدی میں بدل گئیں
۱۰ نِڈری، نڈر ہو کر ۱۱ ہر کا رشتہ (تار) تعلق ۱۲ پانی
۱۳ (خدا کی ذات میں) سما جاوینگے ۱۴ ہندی: سُنیہ (शून्य) = خلا۔ مراد ذات
مطلق سے ہے ۱۵ سم درسی = ایک نظر سے دیکھنے والا، وسیع النظر
۱۶ ہوا کی طرح لطیف اور نظر نہ آنے والے ہو جائیں گے۔

بہُر ہم کاہے آوہنگے

آون جانا ہُکم تِسے کا ہُکمے بوجھ سماوہنگے
جب چو کے پنچ دھاتُ کی رچنا ایسے بھرم چُکاوُہنگے
درسن چھاڈ بھئے سم درسی ایکو نامُ دھیاوہنگے
جت ہم لاے تِت ہی لاگے تیسے کرم کماوہنگے
ہرجی کرپا کرے جو اپنی تو گُر کے سبد سماوہنگے
جیوت مرہوہ، مرہوہ پُنِ جیوہ پُنرپ جنمُ نہ ہوئی
کہہ کبیر جو نام سمانے سُن رہیا لِو سوئی

---

۱ کاہے کو، کس واسطے، کیوں ۲ حکم ۳ حکم دینے والا
۴ تخلیق، مراد انسان کے جسم سے ہے جس کا وجود پانچ عناصر سے مرکب خیال کیا گیا ہے۔
۵ دُھرادینگے، رکھاوینگے ۶ مولف نے اس مصرع کی تشریح اِس طرح کی ہے:
" اگر زندگی میں تم میں مَرن (حواس کی قوتوں کا ضایع ہو جانا) ہو جائے اور پھر اُس مرن ہی میں زندگی (روحانیت کی بیداری) ہو جائے تو پھر تمھارا جنم نہ ہو گا۔"
مصرعے کے الفاظ واضح ہیں یعنی اگر زندگی میں مرجاؤ تو مرنے کے بعد زندہ ہو گے اور پھر اِس کے بعد جنم نہیں ہو گا۔ اس سادہ مفہوم سے قطع نظر مصرعے میں

مُوتوا قَبلَ اَن تَمُوتوا

کا مفہوم بھی پیدا ہے جس کے نتیجے میں روح کو "بقا" حاصل ہو جاتی ہے۔
۷ خلا ـــ مجازاً ذاتِ مطلق یا خدا ۸ لیو، لے او، لَو، حاصل کرو

(بھیرو)

اِہ دھنُ میرے ہرِ کے ناوں — گانٹھِ نہ باندھوں بیچ نہ کھاوں[1]
ناوں میرے کھیتی[2] ناوں میرے باری — بھگتِ کروں جن سرنِ تمھاری
ناوں میرے مائیا، ناوں میرے پونجی — تمہہِ چھوڑِ جانوں نہیں دوجی
ناوں میرے بندھپ[3] ناوں میرے بھائی — ناوں میرے سنگِ انتِ ہوی سکھائی

مائیا مہہِ جسُ رکھے اداس[4]
کہہِ کبیر ہوں تاکو داس

(ایضاً)

گنگا کے سنگ سلِتا بگری — سو سلِتا گنگا ہوی نبری[5]
بگرِیو کبیرا رام دہائی
ساچُ بھئی او ان کتہہِ نہ جائی
چندن کے سنگِ ترور[6] بگرِیو — سوترور چندنُ ہوی نبرِیو[7]
پارس کے سنگ تانبا بگرِیو — سو تانبا کنچن ہوی نبرِیو

---

[1] نہ توگرہ میں باندھ کر رکھ لو اور نہ بیچ کر ہی کھا جاو
[2] مایا، دولت، خواہشات [3] رشتہ دار
[4] جو شخص مایا کے سبب اپنے جی کو اداس رکھتا ہے
[5] وہ ندی گنگا میں ہو کر بہہ گئی — اِن تمثیلوں سے کبیر کا مقصد یہ ہے کہ وہ خدا کی ذات میں ضم یا فنا ہو کر سونے کی طرح صاف ہو گیے
[6] درخت، پیڑ [7] سلجھانا، بنانا، نبیڑنا

سنتن سنگ کبیرا بگرِیو
سو کبیر رامے ہوی نبرِیو[1]

(ایضاً)

گُر سیوا تے بھگتِ کمائی — تب اِہ مانس دیہی پائی
اِس دیہی کو سِمرہِ[2] دیو — سو دیہی بھجُ ہرِ کی سیو
بھجہُ گوبند بھول متِ جاہُ — مانس جنم کا ایہی لاہُ
جب لگُ جرا روگُ نہی آئیا — جب لگُ کالِ[3] گرسی[4] نہی کائیا[5]
جب لگُ بکل بھئی نہی بانی — بھج لیہہِ رے مَن سارنگ پانی

---

[1] پس کبیر نے رام میں فنا ہو کر اپنی نبیڑلی یعنی نجات پالی
[2] ریاضت، عبادت کرنا
[3] موت، وقتِ معین
[4] پکڑیگا
[5] کایا، بدن

سگل ماہہ نکٹی کا واسا، سگل مارِ اَوہیری
سگلیا کی ہوں بہن بھانجی جنہہ بری تس چیری
ہمرو بھرتا بُدھ ببیکی آپے سنت کہاوے
اوہ ہمارے ماتھے کائم اور ہمرے نکٹ نہ آوے
ناکہہ کاٹی، کانہہ کاٹی، کاٹ کوٹ کے ڈاری
کہہ کبیر سنتن کی بیرن تین لوک کی پیاری

(آسا اِک تُکی)

سرپنی تے اوپر نہیں بلیا	جن برھما بسن مہادیو چھلیا
مارو مارو سرپنی نرمل جل پیٹھی	جن ترِبھون ڈسی اے گر پرساد ڈیٹھی
سرپنی سرپنی کیا کہو بھائی	جن ساچ پچھانیا تن سرپنی کھائی

۱ کُل، تمام — ۲ آڑوسا - ایک دوا
۳ شکار کرکے — ۴ سارا عالم، ہر ایک
۵ شادی کردی — ۶ باندی، کنیز
۷ مالک، گرو — ۸ قایم
۹ دشمن — ۱۰ سانپن = مایا
۱۱ بلی، قوت والا — ۱۲ جے نے = جس نے
۱۳ شفاف پانی، روح — ۱۴ اصل: تربھونر
۱۵ جنھوں نے حقیقت کو پہچان لیا انھوں نے سانپن کو مار ڈالا

مایا سے متعلق شعر

(گوڑی)

پانی میلا، ماٹی گوری	اس ماٹی کی پُتری جوری
میں ناہیں کچھ آہِ نہ مورا	تن دھن سبھ رس گوبند تورا
اس ماٹی مہہ پَون سمایا	جھوٹھا پرپنچ جور چلایا
کِنہوں لاکھ پانچ کی جوری	انت کی بار گگریا پھوری

کہہ کبیر اک نیہو اُساری
کِھن مہہ بنس جای اہنکاری

(آسا)

اکتُ پتر بھرِ اُرکٹ کُرکُٹ اکتُ پتر بھرِ پانی
آسِ پاسِ پنچ جوگیا بیٹھے بیچ نکٹ دے رانی
نکٹی کو ٹھن گن باڈا ڈن ۱۱ کِنہہ ببیکی کاٹی توں

۱ میلے پانی میں صاف مٹی کو گوندھ کر اس جسم کی تشکیل کی گئی ہے ۲ اصل: [illegible] صاحب میں "تورا" اور یہی درست ہے ۳ اس مٹی میں ہوا سمائی یعنی روح پھونکی گئی
۴ ان کے سر کی تخلیق مٹی کے گھڑے پھوڑنے کی طرح کی گئی ہے ۵ [illegible] گھڑا — یہ مایا کی طرف اشارہ ہے ۶ ہندی: جھنجھٹ = [illegible] ۷ برباد ہو جانا، بِناس ہو جانا، مر جانا
۸ گھمنڈی، مغرور ۹ پتلا، رقیق، باریک ورق ۱۰ کھانے کے ٹکڑے
۱۱ کھانے کے لیے پنچ جوگی بیٹھے ہیں اور بیچ میں ایک نکٹی رانی ہے۔ مراد یہ ہے کہ صرف ایک جسم ہے اور اس کا استعمال کرنے کے لیے پانچ حواس ہیں اور اُن کے بیچ میں مایا (ہوس) ہے
۱۲ مایا
۱۳ نخرا — ۱۴ عقل، اچھے برے کی تمیز

سر بنی تے آن چھوچھ نہیں اورا　　سر بنی جیتی کہا کرے جبھر

اِہ سر بنی تاکی کیتی ہوئی　　بَل اَبل کیا اِس تے ہوئی

اِہ بَستی تاں بَست سریرا
گُر پرسادِ سہج ترے کبیرا

(راگ سورٹھ)

جب جَرِ یئیے تب ہوی بھسم تن رہے کرم دَل کھائی
کاچی گاگر نیر پرت ہے اِیا تن کی اِہے بڑائی
کاہے بھئیا پھر تو پھولیا پھولیا ؛
جب دس ماس اُردھ مکھ رہتا سو دِن کیسے بھولیا
رجوں مدھ ماکھی تیوں سٹھورِ رَس جورِ جورِ دھن کیا
مرتِ بار لیہو لیہو کریئے بھوت رہن کیوں دیا
دیہرِیں لو بَری نارِ سنگ بھئی آگے سجن سہیلا
مرگھٹ لو سبھ لوگ کٹنب بھیو آگے ہنس اکیلا

---

۱ چھوچھا، خالی، بے مطلب　　۲ جمرا، ملک الموت
۳ خدا کی　　۴ مُسلسل، کیڑا
۵ نوح، موٹائی　　۶ کچّی، خام
۷ اوپر، اُٹھا ہوا　　۸ شہد کی مکھی
۹ ایک جگہ، اکٹھی　　۱۰ گذرا ہوا، وقتِ معین
۱۱ لو = تے = تک　　۱۲ دوست
۱۳ مجازاً روح سے مراد ہے، جو اپنے راستے پر تنہا گامزن رہتی ہے۔

کہت کبیر سنہو رے پرانی پرے کال گرس کووا
جھوٹی مایا آپ بندھایا جیوں نلنی بھرم سووا

(ایضاً)

ہردے کپٹ مکھ گیانی　　جھوٹے کہا بلووسِ پانی
کایا مانجسِ کون گُناں　　جو گھٹ بھیتر ہے ملناں
لو کی اٹھسٹھ تیرتھ نہائی　　کوراپن تو نہ جائی
کہہ کبیر بیچاری ؛
بھو ساگر تارِ مُراری

(بلاول)

ایسو اِہ سنسار پیکھنا رہن نہ کوؤ پئی ہے رے
سودھے سودھے ریگ چلہو تم نہ ترک دھکا دئی ہے رے
بارے بوڑھے ترنے بھیا سبھو جم لے جئی ہے رے
مانس بپُرا موسا کینو سینچ بلیّا کھئی ہے رے

---

۱ لوگ، آدمی　　۲ پکڑنا
۳ سیمر کی پھلی جو دیکھنے میں خوش رنگ ہوتی ہے اور جس کے اندر روئی بھری ہوتی ہے
۴ سُوٹا = سوگا = سُگا = توتا
۵ متھ رہا ہے　　۶ کڑواپن
۷ دیکھنا　　۸ تماشا
۹ نہیں تو، ورنہ　　۱۰ چوہا
۱۱ موت

دھنونتا اَرو نِردھن مَنئی[1] تا کی کچھو نہ کانی[2] رے
راجا پرجا سَم کر مارے، اَیسو کال بِڑانی[3] رے
ہَر کے سیوک جو ہَر بھاجے تنہہ کی کتھا نِرارِی رے
آوِہ نہ جاہ نہ کبہو مرتے پار برمھ سنگاری[4] رے
پُتر کلتر[5] لچھمی مَیا اِہے تجہہُ جیا جانی رے
کہت کبیر سُنہہُ رے سَنتہہُ مِلہے سارگ پانی رے

(ایضاً)

اِن مائیا جگدیس[6] گسائی تُمرے چرن بِسارے
کِنچت[7] پریت نہ اُپجے جن کو جن کہا کرہ بیچارے
دِھرگ[8] تن دھرگ دھن دِھرگ اِہ مائیا دھرگ دھرگ مت بُدھ پھنی[9]
اِس مائیا کو دِرڑھ کر راکھہُ باندھے آپ بچنی[10]
کیا کھیتی کیا لیوا دیئی[11]، پرپنچ جھوٹھ گمانا
کہہ کبیر تے انت بگوتے[12] آئیا کال نِدانا

(ایضاً)

سرِیر سرودر بھیتر ے آچھے کمل انوپ[13] || پرم جوت پُرکھوتم جاکے دیکھ نہ روپ

---

۱ آدمی، مرد ۲ کہانی، عزت، توقیر ۳ نرالی، مختلف
۴ سنگھاتی، ساتھ دینے والا ۵ عورت، بی بی ۶ اصل: جگدیش = خدا
۷ تھوڑا تھوڑا ۸ لعنت ۹ چھلنے والا ۱۰ ٹھگنی، خراب
۱۱ لینا دینا، کاروبار ۱۲ بھوچکے ہو جائیں گے، آخر میں گھبرا جائینگے
۱۳ بہت خوبصورت، نادر - ہزارپتی والا کمل

رے من ہر بھج بھرمُ || تجہہُ جگ جیون رام
آوت کچھُ نہ دِسئی نہ دیسے جات || جہے اُپجے بِنسے تتی[1] جیسے پُرین پات
مِتھیا کر مائیا تجی سُکھ سہج بچار
کہہ کبیر سیوا کرہُ من منجھِ مُرار

(ایضاً)

چرن کمل جا کے رِدے[3] بسہہ سو جن کیوں ڈولے دیو
مانو سبھ سُکھ نو نِدھ تا کے سہج سہج جس بولے دیو
تب اِہ مت جو سبھ مہہ پیکھے کُٹل گانٹھ جب کھولے دیو
بار مبار مائیا تے اَٹکے[4] تے نِرجا[5] من تولے دیو
جہہ اُہ جائے تہی سُکھ پاوے مائیا تاس نہ جھولے[6] دیو
کہہ کبیر میرا من مانیا رام پریت کی اولے دیو

(راگ گونڈ)

نرو[9] مرے نر کام نہ آوے || پشو[8] مرے دس کاج سبارے
اپنے کرم کی گت[10] میں کیا جانوں || میں کیا جانوں بابا رے
ہاڑ جلے جیسے لکڑی کر تولا[11] || کیس جلے جیسے گھاس کا پولا

---

۱ دیسنا، دیکھنا، دیکھنا ۲ بناس ہونا، ناس ہونا، مٹ جانا
۳ ہردے، دل ۴ اٹکے ہے = اٹکتا ہے ۵ نارضا، ناخوش
۶ جھٹکا دینے دو ۷ اولے دیو = اوٹ لے دیو، اوٹ لینے دو ۸ ہندی: پشو، جانور
۹ کذا۔ لیکن گرنتھ صاحب میں دسوارے، سبارے = سوارے = سنوارے، بنائے
۱۰ کیفیت، رفتار ۱۱ تولا ہوا = بوجھ، وزن، ڈھیر

(ایضاً)

کھسم مرے تو ناری نہ رووے اُس رکھوارا اَورو ہووے
رکھوارے کا ہوئی بناس آگے نرک ایہاں بھوگ بلاس
ایک سُہاگن جگت پیاری سگلے جیہ جنت کی ناری
سُہاگن گل سوہے ہار سنت کو بکھ بگسے سنسار
کر سیگارو بھئی پکھیاری سنت کی ٹھٹھکی پھرے بچاری
سنت بھاگ اُہے پاچھے پرے گُر پرسادی مارہ ڈرے
ساکت کی اوہ پنڈ پرائن ہم کو درسٹ پرے ترکھ ڈائن
ہم تس کا بھید جانیا اُو جب ہُوے کرپال ملے گُر دیو

کہہ کبیر اب باہر پری
سنسارے کے انچل لری

(ایضاً)

گرہ سو بھاجاگے رے ناہ آوت پہیا کھودھے جاہ

---

۱ خصم ، مالک، شوہر ۲ عورت ، بی بی — مجازاً مایا
۳ عیش وعشرت ۴ گلا، گردن ۵ سجنے والی ۔ زینت بخش
۶ سنگھار ۷ جھگڑا ۸ ہندی : شاکت = طاقت کا پجاری
۹ اصل: پرائنڑ (पराइणि) = جسم کی حفاظت کرنے والا۔
۱۰ اصل: ڈائنڑ ۱۱ بھید، راز
۱۲ لڑی ، موتی کی لڑی ۱۳ مہمان
۱۴ بھوکا

کہہ کبیر تب ہی نہ جاگے
جم کا ڈنڈ مونڑ مہہ لاگے

(ایضاً)

ناوہ مانس، ناوہ دیو نہ اوہ جتی کہاوے سیو
ناوہ جوگی، نا اودھوتا نا اس مائی نہ کاہو پوتا
ایا مندر مہہ کون بسائی تاکا انت نہ کواو پائی
ناوہ گرہی نہ اوداسی ناوہ راج نہ بھیکھ منگاسی
نا اس پنڈ نہ رکتو راتی ناوہ برہمن نا وہ کھاتی
ناوہ تپا کہاوے سیکھ ناوہ جیوے نہ مرتا دیکھ
اس مرتے کوجے کواو رووے جو رووے سوئی پت کھووے
گُر پرساد میں ڈگرو پایا جیون مرن دواو مٹوائیا

کہہ کبیر اِہ رام کی انس
جس کاگد پر مٹے نہ منس

---

۱ روح جو جسم میں رہتی ہے ۲ سنیاسی
۳ شیو
۴ راماند کے ماننے والے جو دنیاوی معاملوں سے الگ رہتے ہیں۔
۵ گھر۔ مجازاً جسم ۶ لال خون
۷ بڑھئی ۸ شیخ
۹ آبرو، عقل، مجازاً خدا ۱۰ دشواری، مشکل مقام
۱۱ کاغذ ۱۲ سیاہی، روشنائی

واکے انتر نہیں سنتوکھ[1]   بن سوہاگن[2] لاگے دوکھ
دھن سوہاگن مہا پویت   تپے تپیسر ڈولے چیت
سوہاگن کرین کی پوتی   سیوک[3] تج جگت سیوں سوتی[4]
سادھو کے ٹھاڑھی دربار   سرن[5] تیری موکو نستار[6]
سوہاگن ہے آت سندری   پگ نیور چھنک چھنہری[7]
جو لگ پران تو لگ سنگے   ناہنہ تا چلی بیگ[8] اٹھ ننگے
سوہاگن بھون تر لیا   دس آٹھ پران نیرتھ رس کیا[9]
برہما بشن[10] مہیسر بیدھے   بڑے بھوپت راجے ہیں چھیدے
سوہاگن ارواِر نہ پار   پانچ نارد کے[11] سنگ بدھوار

پانچ نارد کے مٹوے پھوٹے
کہہ کبیر گر کرپا چھوٹے

---

1 ہندی: سنتوش، اطمینان، فراغت
2 مایا   3 خادم، بھگت
4 سوتی ہوئی   5 ہندی: شرنڑ، پناہ
6 نجات، چھٹکارا   7 نرم دھن پیدا کرنے والی
8 فوراً، جلدی   9 عیش کیا
10 وشنو
11 یوگ کے ایک عمل کی طرف اشارہ ہے جس میں تمام قوتوں پر قابو حاصل کیا جاتا ہے۔

(بھیرو)

جل مہہ مین[1] مایا کے بیدھے[2]   دیپک پتنگ مایا کے چھیدے
کام مایا کنچر[3] کو بیاپے   بھوئی انگم بھرنگ مایا مہہ کھاپے[4]
مایا ایسی موہنی، بھائی   جیتے جیہ تیتے ڈہکائی
پنکھی مرگ مایا مہہ راتے   ساکر[5] ماکھی ادھک سنتاپے[6]
ترے[7] اشٹ[8] مایا مہہ بھیلا   سدھ چوراسیہ مایا مہہ کھیلا
چھیہ[9] جتی مایا کے بندا   نوے ناتھ سورج اَر چندا
تپے رکھیسر مایا مہہ سوتا   مایا مہہ کال اَر پنچ دوتا
سوان[10] سیال[11] مایا مہہ راتا   بنتر[12] چیتے اَر سنگھا[13]
ماجار گاڈر[14] اَر لوبرا[15]   پرکھ مول مایا مہہ پرا

---

1 مچھلی   2 بندھا ہوا، جکڑا ہوا
3 ہاتھی   4 دھوکا کھانا، برباد ہونا
5 شاکر: شکر، میٹھی چیز   6 دکھ اٹھانا
7 گھوڑا   8 اونٹ
9 چھ، شش عدد   10 کتا
11 سیار، گیدڑ   12 بندر
13 سنگھ، شیر   14 بھیڑ
15 لومڑا، لومڑی

رہس وادسے متعلق شعر

(گوڑی)

بِنُ ست ستی ہوی کیسے نارِ پنڈت دیکھہُ رِدَے بیچار
پریت بِنا کیسے بَدھے سنیہُ جب لگ رسُ تب لگ نہیں نیہُ
ساہنِ ست کرے جیا اپنے سو رمیے کو ملے نہ سپنے
تنُ مَنُ دھنُ گرہُ سونپ سریر
سوئی سُہاگنِ کہے کبیر

(ایضاً)

اوی جو دیسہہِ انبرِ تارے کنِ اوی چتے چتین ہارے
کہہ رے پنڈت انبر کا سو لاگا بوجھے بوجھنہار سبھا گا
سورج چندُ کرہِ اُجیارا سبھ مہہ پسریا برہم پسارا
کہہ کبیر جانیگا سوی
رہردے رام مکھ رامے ہوی

(گوڑی پنج پدا)

پیوکڑے دِن چار ہے ساہُ رڑے جانا
اندھا لوکُ نہ جانی مورکھ ایانا

---

۱ ہردے، دل ۲ ذاتی نفع، آرام ۳ ساہنِ = مالک نے ۴ اپنا نفع حاصل کرنے کے لیے
۵ عیش کرنے والا ۶ آسمان ۷ مصوّر کیا، سجایا ۸ مصوّر، تصویر بنانے والا
۹ آسمان کس چیز پر قایم ہے ۱۰ بوجھنے والا، علم کا متلاشی ۱۱ سب میں، برابر، یکساں۔
۱۲ گرہ = کھیڑا، گاوں، شوہر کا گھر ۱۳ مالک کے قریب

مائیا انتر بھینے دیو ساگر اِندرا اَرُ دھرتیو
کہہ کبیر جِسُ اُدَرَ تِسُ مائیا
تب چھوٹے جب سادھو پائیا

---

۱ پیٹ

کہہ ڈنڈیا باندھے دھن کھڑی
پاہُ گھر آے مُکلاؤُ آئی
اوہ جے نِسَے کھوہڑی تُون لاجُ پہاری
لاج گھڑی سیو توٹ پڑی اُٹھِ چلی پنہاری
ساہِبُ ہوے دئیال کرِیا کرے اپنا کاج سوارے
تاشُوہاگن جانیئے گُرسبدُ بیچارے
کرت کی باندھی سبھ پھرے دیکھہُ بیچاری
ایس نوکیا آکھیئے کیا کرے بیچاری
بھئی نراسی اُٹھِ چلی چیت، بندھ نہ دھیرا
ہر کی چرنی لاگِ رہُ بھجُ سرن کبیرا

(گوڑی)

پنتھُ نہارے کامنی لوچن بھری لے اُساسا

---

۱ ڈنڈی، ڈولا ۲ معشوقہ اپنا ساز و سامان باندھ کر کھڑی ہے ۳ مہمان
۴ رخصت کرنے ۵ چھوٹا کنواں ۶ رسّی ۔ مراد یہ کہ علم معرفت کے سوت
سے سیراب ہونے کے لیے کسی کتاب کی رسّی کی ضرورت نہیں ہے ۷ حجاز اُردو
۸ اصل: سوہاگنڑ جانڑیئے ۹ تخلیق، کارسازی ۱۰ بولنا
۱۱ اصل: چرنڑ ۱۲ ہندی: سشرنڑ ۱۳ راستہ
۱۴ عورت ۱۵ آنکھ

اُر نہ بھیجے پگُ نہ کھلیے ہر درسن کی آسا
اُڑہُ نہ کاگا کارے ॥ بیگ ملیجے اپنے رام پیارے
کہہ کبیر جیون پد کارن ہر کی بھگت کریجے
ایکُ ادھار نام نارائن رسنا رامُ رویجے

(آسا)

تن رینی من پُنہرپ کرِ ہوں پانچوں تت براتی
رام رائے سیو بھاوریں ہوں آتم تِہ رنگ راتی
گاؤ گاؤ ری دُلہنی منگل چارا ॥ میرے گرِہ آئے راجا رام بھتارا
نابھِ کمل مہہ بیدی رچ لے برہم گیان اُچارا
رام رائے سو دولہُ پائیو اس بڑ بھاگ ہمارا
سُر نرمُنِ جن کوتک آئے کوٹِ تیتیسوں جانا
کہہ کبیر موہ بیاہِ چلے ہیں پُرکھ ایک بھگوانا

(آسا)

کئیو سِنگار ملن کے تائیں ہر نہ ملے جگ جیون سائیں
ہر میرو پِر، ہوں ہر کی بہُریا رام بڑے، میں تنکُ لہُریا

---

۱ زیادہ آنسوؤں سے اس کا دل دکھائی نہیں دیتا ۔ مراد یہ ہے کہ اسے اس بات کا اندیشہ ہے
کہ زیادہ آنسوؤں کی وجہ سے آنکھوں کی روشنی مدھم ہو جائیگی جس کے نتیجہ میں خدا کا دیدار صاف
صاف نہ ہو سکے گا ۲ خوشبوؤں سے سجایا ہوا ۳ مکرر ۴ حواسِ خمسہ کو براتی بنادوں گا
۵ عورت ۶ عاشق ۷ بہو، معشوقہ
۸ چھوٹا ، ادنا ۹ چھوٹا ، خورد

دھن پر ایکے سنگ بسیرا   سیج ایک پے ملن دُہیرا[2]
دھن سُہاگن جو پیہ بھاوے
کہہ کبیر پھر جنم نہ آوے

(آسا)

رہ رہ ری بوہریا گھونگھٹ جن کاڑھے
انت کی بار لہینگی نہ آڑھے
گھونگھٹ کاڑھ گئی تیری آگے   اُن کی گیل تو جن لاگے
گھونگھٹ کاڑھے کی ایہے بڑائی   دن دس پانچ بہو بھلے آئی
گھونگھٹ تیرو تو پر ساچے   ہرگن گای کودہ اور ناچے
کہت کبیر بہو تب جیتے
ہر گن گاوت جنم بتیتے

(سورٹھ)

دئی دئی لوچن پیکھا   ہوں ہربن اور نہ دیکھا
نین رہے رنگ لائی   اب بیگل کہن نہ جائی
ہمرا بھرم گیا بھو بھاگا   جب رام نام چیت لاگا
بازیگر ڈنک بجائی   سبھ کھلک تماسے آئی

---

۱ عورت اور اس کا مالک، مراد روح اور خدا سے ہے   ۲ دوچند، دوہرا
۳ دل کی آگ   ۴ مُنڈے ہوئے سنیاسیوں کا راستہ
۵ بے گل = بے وجہ، بغیر، سوا   ۶ بازیگر — مجازاً خدا
۷ تمام خلقت دیکھنے کے لیے آئی۔

باجیگر سوانگ سکیلا   اپنے رنگ روے اکیلا
کتھنی کہہ بھرم نہ جائی   سبھ کتھ کتھ رہی لکائی
جاکو گُرمکھ آپ بجھائی   تاکے ہردے رہیا سمائی
گرکنچت کرپا کینی   سبھ تن من دیہہ ہر لینی
کہہ کبیر رنگ راتا
ملیو جگ جیون داتا

(ایضاً)

کیا پڑھیے ہے کیا گُنیے ہے   کیا بید پُرانا سُنیے ہے
پڑھے سُنے کیا ہوئی   جو سہج نہ ملیو سوئی
ہر کا نام جپس گنوارا   کیا سوچہہ بار مبارا
اندھیارے دیپک چہیئے   اک بست اگوچر لہیئے
بست اگوچر پائی   گھٹ دیپک رہیا سمائی
کہہ کبیر اب جانیا
جب جانیا تو من مانیا
من مانے لوگ نہ پتیجے
نہ پتیجے تو کیا کیجے

---

۱ سکیڑا، جمع کرلیا   ۲ لطف لینا   ۳ کچھ کچھ، ذرا سی   ۴ جسم
۵ ملک محمد جایسی نے پدماوت میں 'پُران' بمعنی 'قرآن' نظم کیا ہے، یہاں بھی یہی زیادہ بلیغ معلوم ہوتا ہے   ۶ پڑھنے سننے
۷ غیر ظاہر، جو چیز حواس کے ذریعے حاصل نہ ہو سکے   ۸ حاصل کریگا   ۹ یقین کرنا

(دھناسری)

جو جن بھاو بھگت کچھ جانے تا کو اچرج کاہو[1]
جیوں جل جل مہہ پیس[2] نہ نکسے توں ڈھور ملیو جلاہو[3]
ہر کے لوگا میں تو مت کا بھورا[4]
جو تن کاسی تجہہ کبیرا رمئیے[5] کہا نہورا[6]
کہت کبیر سنہو رے لوئی[7] بھرم بھولہو کوئی
کیا کاسی کیا اوکھر مگہر رام ردے جو ہوئی

(راگ سوہی)

تھر ہر کنپے بالا جیئو[8] — ناں جانوں کیا کرسی پیو
رین[9] گئی مت دن بھی جائی — بھور[10] گئے بگ[11] بیٹھے آئی
کاچے کروے[12] رہے نہ پانی — ہنس چلیا کائیا کملانی

---

١ اِس (موت) کا تعجب کیا ہے — ٢ بیٹھ = داخل ہوکر
٣ اسی طرح اے جلاہے (کبیر) تو بھی خدا کی ذات میں فنا ہوکر رہ جائیگا
۴ بھولا، بھلاوا — ۵ رہے گا، قیام کریگا — ٦ احسان، نیکی
٧ اے لوگو — ٨ ننھی سی جان — ٩ رات — ہجر و فراق
١٠ بھنور، بھونرا — کالے بالوں کو تشبیہ دی ہے جو جوانی کی علامت ہیں۔
١١ بگلا، بالوں کی سفیدی کی طرف اشارہ ہے جو پیری کی نشانی ہے۔
١٢ کروا، مٹی کا لوٹا — جسم

کنوار کنیا[1] جیسے کرت سیگار — کیو رلیا[2] مانے باجھ[3] بھتارا
کاگ اڑاوت[4] بھجا پرانی[5]
کہہ کبیر اہ کتھا سرانی[6]

---

١ کنواری لڑکی، دوشیزہ — ٢ ہم آغوش ہونا، لطف لینا
٣ لپٹا ہوا، جڑا ہوا
۴ کوے اڑاتے اڑاتے یعنی خواہشوں کو دور کرتے ہوئے۔
۵ بانہیں دکھ گئیں
٦ یہ کہانی ختم ہو رہی ہے۔ زندگی تمام ہوی جاتی ہے۔

ہٹ یوگ سے تعلق رکھنے والے شعر

(سری راگ)

اَچرج ایک سنہہ رے پنڈیا[1]، اب کچھ کہن نہ جائی
سُر نر گن گندھرب[2] جن موہے تربھون میکھلی[3] لائی
راجا رام انہد کنگری[4] باجے ॥ جاکی درشٹ[5] ناد لو[6] لاگے
بھائی گگن سنگھیا[7] اُر چنگھیا[8] کنک کلس[9] اک پائیا
رتس مہہ دھار چوے اَت نرمل رس مہہ رسن چوائیا
ایک جو بات انوپ بنی ہے پون پیالا ساجیا
تین بھون مہہ ایکو جوگی کہہ کون ہے راجا
ایسے گیان پرگٹیا پرکھوتم کہہ کبیر رنگ راتا
اور دُنی سبھ بھرم بھلانی من رام رسائن[10] ماتا

(گوڑی)

اور موئے کیا سوگ کریجے ‖ تو کیجے جو آپن جیجے
میں نہ مروں مرِبو سنسار ‖ اب موہ ملیو ہے جیاون ہار

---

۱ پنڈا، پنڈدا، پنڈت
۲ موسیقی کی اصطلاح — دیوتاؤں کی ایک ذات
۳ زنجیر، سلسلہ
۴ سارنگی کی قسم کا جوگیوں کا ایک باجا
۵ ہندی: درشٹ = نگاہ
۶ لو لگانا، محو ہو جانا
۷ اِڑا ناڑی (بائیں طرف کی)
۸ پنگلا ناڑی
۹ برجی، گھڑا
۱۰ وہ دوا جو تمام روگ دور کر دیتی ہے

ایہا دیہی پرمل مہکندا ‖ تا سکھ[1] بسرے پرمانندا
کوا کٹا ایک پنچ پنہاری ‖ ٹوٹی لاج بھرے مت ہاری
کہہ کبیر اک بدھ بیچاری
ناوہ کوا کٹا ناپنہاری

(ایضاً)

گگن رسال چوے میری بھاٹی ‖ سنچ مہارس تن بھیا کاٹھو
اوا کو کہیئے سہج متوارا ‖ پیوت رام رس گیان بیچارا
سہج کلالن[3] جو مل آئی ‖ آنند ماتے ان دن جائی
چینت چیت نرنجن لائیا
کہہ کبیر تو انبھو پائیا

(ایضاً)

جیوت مرے مرے پھن جیوے ایسے سُن سمائیا[4]
انجن[5] ماہہ نرنجن رہیے بہُڑ نہ بھوجل[6] پائیا
میرے رام ایسا کھیر[7] بلوییے
گرمت منوا استھر راکھہ ان بدھ امرت پیئے

---

۱ سب سے بڑا سکھ
۲ کنواں = جسم — یہ جسم کنویں کی طرح ہے اور پانچوں حواس اس سے رس لیتے ہیں ان حواس کے ذرایعے کے برباد ہو جانے کے بعد بھی یہ رس لینے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں
۳ نشہ پلانے والی عورت
۴ اس طرح خلا میں سما گیا
۵ مایا
۶ پیدا ہو کر مرنا
۷ دودھ

گُرکے بانِ بجرِ کُل چھیدی پر گَٹیا بدُ پرگاسا
سکتِ ادھیر[1] جیوڑی بھرمُ چوکا نہچل سو گھرِ باسا
تنِ بنُ بانے[2] دھنکھُ چڑھا یَئیے اِہ جگ بیدھیا بھائی
دہ دِس بوڑی پونُ[3] جھلاوے ڈورِ[4] رہی لِو لائی
اُن مَنِ[5] منوا سُن سمانا دُبدھا دُرمتِ بھاگی
کہُ کبیر انبھو اک دیکھیا رام نام لِو لاگی

ایضاً

اُلٹت پون[6] چکر کھٹُ بھیدے[7] سُرتِ[8] سُن[9] انراگی[10]
آوے نہ جائی، مرے نہ جیوے تاسُ کھوج بیراگی
میرے من من ہی اُلٹ سماتا
گر پرساد بُدھِ اکلِ اور سے نہ تر وتھا بیگانا
نِو رے[11] دور دور کُھنِ نورے جن جیسا کرِ مانیا
اَلوتی کا جیسے بھٹیا برنڈا جن پیا تن جانیا
تیری نِرگن[12] کتھا کاے سیو کہیے ایسا کوئی بیبیکی
کہُ کبیر جنِ دیا پلیتا[14] تنِ تیسی جھل[15] دیکھی

1. اندھیر 2. کمان 3. پرانایام۔ سانس روکنے کا عمل
4. ڈور = رشتہ، ذریعہ، تاگا 5. یوگ کا عمل جس میں سانس منہ کے اندر رک کر قایم ہوجاتی ہے۔
6. پرانایام کرکے 7. چھ چکروں کو کنڈ لینی کے ذریعہ بیندھ کر 8. روح
9. خلا۔ خدا کا مقام 10. عشق کرنے والا 11. نیرے، نزدیک، قریب
12. ان کے دواس انترمکھی ہو جاتے ہیں 13. سنیاسیوں کا ایک عمل 14. پتیلا جس میں مٹی ڈھک کر نگاہی کے لئے ذکر یز آگ دکھاتا ہے 15. جھلک، تیزی، چمک۔

(ایضاً)

پاپ پُن دوی بیل بِسا ہے پونُ پونجی پرگا سیو[1]
ترسنا گُون[2] بھری گھٹ بھیترِ اِن بدھِ ٹانڈ بِسا ہیو[3]
ایسا نایک[4] رام ہمارا ۔۔ سگل سنسارو کیو بنجارا
کام کرودھ دوی بھئے جگاتی[5] من ترنگ بٹوارا[6]
پنچ تت مِلِ دانِ نبیرہ ہیں ٹانڈا اُترِیو پارا
کہت کبیر سُنہُ رے سنتہُ اب ایسی بنِ آئی
گھاٹی چڑھت بیلُ اِک تھاکا چلو گُونِ چھٹکائی

(راگ گوڑی پوربی)

جِہ کچھُ آہا تہاں کچھُ ناہیں پنچ تت تہیں ناہیں
اِڑا پِنگلا سکھمن بندے اے اوگن[8] کت جاہی
تاگا تاٹا گگن[10] دِبنس گئیا تیرا بولت[11] کہاں سمائی
ایہہ سنسا[12] موکو اندِنُ بیاپے موں کو کون کہے سمجھائی

1. خریدے 2. اصل: گونٹر = بوری
3. بنجارے کا سامان 4. سوداگر، لین دین کرنے والا
5. ٹیکس وصول کرنے والا 6. راہزن، بٹمار، ڈاکو
7. گناہ 8. آواگون
9. سانس 10. خلا، مقام الوہیت
11. بولنے کی طاقت 12. شنکا، شبہ

جہ برہمنڈ پنڈ تہہ ناہیں رچنا ہار تہہ ناہی
جوڑن ہارو سدا اتیتا اِہ کہیئے کس ماہی
جوڑی جُڑے نہ توڑی توٹے جب لگ ہوی بناسی
کا کو ٹھاکر[2] کا کو سیوک[3] کو کا ہو کے جاسی
کہہ کبیر لو لاگ رہی ہے جہاں بسے دن راتی
اُوا کا مرم اوہی پر جانے اوہ تو سدا ابناسی

(گوڑی)

سُرت[4] سمرت[5] دُوئی کنی[6] مُندا[7] پرمت[8] باہر کھنتھا[9]
سُن گپھا[10] مہہ آسن بیسن کلپ[11] ببرجت پنتھا[12]
میرے راجن میں بیراگی جوگی   مرت نہ سوگ   بیوگی
کھنڈ برہمنڈ مہہ سنگی[13] میرا بٹوا سبھ جگ بھسما دھاری
تاڑی[14] لاگی ترپل[15] پلٹیئے[16] چھوٹے ہوی پساری[17]

---

١ کائنات کے مختلف اجزا میں ربط پیدا کرنے والا ہمیشہ غیر محدود ہوتا ہے۔
٢ مالک کس کا ٣ کس کا غلام ٤ ہندی : سُرت = سماعت
٥ تنظیم کے ضابطوں سے متعلق ہندوؤں کی مذہبی کتاب ٦ کان کا زیور
٧ کان میں پہننے کا بلور کا کنڈل ٨ مذہبی حدیں ٩ پہننے کا کپڑا
١٠ خلا، مقام الوہیت ١١ حفتاب ١٢ خالی - وہ عالم جہاں عقل کی گنجائش نہ ہو
١٣ سینگ کا ناقوس ١٤ نگاہ یا خیال کو ایک نقطہ پر مرکوز کرنا
١٥ ماضی، حال، مستقبل
١٦ پلٹے گا، تبدیل کرنے میں
١٧ پھیلا ہوا، ہر چیز پر حاوی

من پون دوے تو بنا[1] کر ہیے جگ[2] جگ سارد[3] ساجی
بھرو بھی تنتی تو ٹسی ناہی انہد کنگری باجی
من من مگن بھئی ہے پورے مائیا ڈولن لاگی[5]
کہہ کبیر تا کو پنرپ جنم نہی کھیل گئیو بیراگی

(ایضاً)

گج[6] نو گج، دس گج اکیس پریا ایک تنائی
ساٹھ سوت نو کھنڈ بہتر پاٹ لگو ادھکائی
گئی بُناون ماہو[8]   گھر چھوڑیئے جائی جلاہو
گجی[9] نہ منی اٹے[10]   تول نہ تُلیئے پاچن سیر اڑھائی
جو کر پاچن بیگ نہ پاوے جھگر کرے گھر ہائی[11]
دن کی بیٹھ[12] کھسم[13] کی برکس[14] اِہ بیلا کت آئی
چھوٹے کونڈے بھیگے پوریا چلیو جلاہو ریسائی

---

١ کدو ٢ ہندی : شارد = بادل ٣ سارو سازی = شور پیدا کرنا
٤ ستار کی قسم کا ایک باجا ٥ چنچل ہو گئی
٦ نو گز، دس گز اور اکیس گز کا ایک پُریا تانا گیا
٧ کپڑا ٨ ماں بھی، والدہ بھی
٩ گزی، ایک موٹا کپڑا ١٠ لپٹی ہے
١١ گھر برباد کرنے والی۔ جھگڑالو عورت
١٢ بینٹھ، بازار ١٣ خصم، شوہر
١٤ برکت

چھوچھی نلی تنت[1] نہیں نکسے نہ تر رہی ارجھائی
چھوڑ پسار ایہاں رہ بپری کہہ کبیر سمجھائی

(آسا)

سنک سنند انت نہیں پایا — بید بڑھے پڑھ بر ھمے جنم گوا...
ہر کا بلو ونا[2] بلووہ میرے بھائی — سہج بلووہ جیسے[3] تت[4] نہ جا...
تن کر مٹکی من ماہ بلوئی[5] — اس مٹکی مہہ سبد سنجو...
ہر کا بلو ونا من کا بیچارا — گر پرساد پاوے امرت دھ...

کہہ کبیر ندر[6] کرے جے میرا[7]
رام نام لگ اترے تیرا[8]

(آسا)

کاہو دینھے پار پٹمبر کاہو پلنگھ[9] نوارا
کاہو گری گوڈری ناہی کاہو کھان[11] پرارا[12] ...

---

۱ تاگا، ڈورا، تانت — ۲ متھنا، جستجو کرنا
۳ جس کے نتیجے میں، تاکہ — ۴ مادّہ، ست
۵ متھنا — ۶ نظر، نگاہ
۷ میر، میراں، سردار — ۸ ایک ریشمی کپڑا
۹ پلنگ نواڑ کا — ۱۰ پیاز
۱۱ دسترخوان — ۱۲ کریلا

آہر[1] کہہ واد نہ کیجئے رے من || سکرت[2] کر کر لیجئے رے من
کمھارے ایک جو ماٹی گوندھی بہہ بدھ بانی لائی
کاہو مہہ موتی مکتاہل کاہو بیادھ لگائی
سوم[3] ہیں دھن راکھن کو دیا مگدھ[4] کہے دھن میرا
جم کر ڈنڈ مونڈ مہہ لاگے کھن مہہ کرے نبیرا
ہر جن اتم بھگت سداوے آگیا من سکھ پائی
جو تس بھاوے ست کر مانے بھانا من دسائی
کہے کبیر سنہو رے سنتہو میری میری جھوٹی
چرگٹ[5] پھاڑ چٹارا[6] لے گیو تری تاگری[7] چھوٹی

(رام کلی)

کائیا کلالن لاہن[10] میلو گر کا سبد گڑ کین رے
ترسنا کام کرودھ مد متسر کاٹ کاٹ کس[11] دین رے
کوی ہے رے سنت سہج سکھ انتر جا کو جپ تپ دیوں دلالی رے
ایک بوند بھر تن من دیووں جو مد دیئی کلالی رے

---

۱ کھانا — ۲ بھلا کام، نیک عمل — ۳ کنجوس
۴ بیوقوف، ناداں — ۵ جسم — ۶ چیتھڑا
۷ چمکیلا، ہیرا — ۸ کپڑوں کا بکس
۹ زنجیر — ۱۰ نفع
۱۱ کس: عرق کشید کردیا، عرق نکال دیا

بھَون چتر دس بھاٹھی کینھی برھم اگن تن جاری رے
مُدرا مدک سہج دُھن لاگی سُکھمن پوچن ہاری رے
تِرتھ برت نیم سُوچ سنجم رِو سَسِ گہنے دیو رے
سُرتِ پیال سُدھا رس اَمرِت ایہہ مہارس پیو رے
رنجر دھار چوُسے اَتِ نرمل اِہ رس منوا راتو رے
کہہ کبیر سگلے مد چھوچھے اِہے مہارس ساچو رے

(رام کلی)

بندھچ بندھن پا ئیا مکتے گُر اَنل بجھائیا
جب نکھ سکھ اِہ من چینھا تب انتر مجن کینھا
پون پت اُن من رہن کھرا نہیں مرت نہ جنم جرا
الٹی لے سکت سہارنگ پیسی لے گگن منجھا رنگ
بیدھی اَلے چکر بھُونگا بھیٹی اَلے رای نِرنگا

---

۱ دستور، اصول ۲ ہندی: سُوچ = پاک
۳ سنجم = تقوا، حواس پر قابو حاصل کرلینا، لوگ پر دھیان دینا
۴ چاند سورج ۵ زیور ۶ بندھن میں پڑتے ہیں
۷ نجات ۸ مرشد ۹ آگ
۱۰ غسل ۱۱ الٹ لیا ۱۲ کنڈلینی
۱۳ اکیلا

چھوکی اَلے موہ مئی آسیا سسِ کینو سور گراسا
جب کنبھک بھارِ پُر لینا تب باجے انہد بینا
بکتے بکِ سبد سنائیا سُنتے سُنِ منِ لبائیا
کر کرتا اُترس پار نگ
کہے کبیرا سا رنگ

(راگ مارو)

دیہی گاواں جیو دھر مہتو بسہہ پنچ کرسانا
نینو نکٹو سرونو رسپتِ اندری کہیا نہ مانا
بابا اب نہ بسوں اِہ گادِوں
گھری گھری کا لیکھا مانگے کایتھ چیت نا دوں
دھرم رائی جب لیکھا مانگی باکی نِکسی بھاری
پنچ کرسانوا بھاگ گئیے لے بادھیو جیو دوباری

---

۱ چھوکیلے = خالی ہوگیا
۲ (سہسترادل استھت) چاندنے (مولادھار استھت) سورج کو آغوش میں لیا۔
۳ سانس روکنا ۴ اصل: لینڑا (लीणा)، اسی طرح نبیڑا بھی
۵ دیہہ گاؤں، دیہات ۶ مُکھیا، سردار ۷ کسان ۸ آنکھ
۹ ناک ۱۰ کان ۱۱ زبان، مزا لینے والی ۱۲ لمس، چھونا، حواس
۱۳ گھڑی گھڑی، پل پل ۱۴ حساب مانگے گا ۱۵ پٹواری، محاسب
۱۶ نفس مطمئنہ ۱۷ باقی ۱۸ بہت زیادہ باقی نکلے گا۔

کہے کبیر سُنہو رے سنتہُ کھیت ہی کرہُ نبیرا
اب کی بار بخس بندے کو بہُر نہ بھوجل پھیرا

(بِھیرو)

سیوکی پُری بسے بُدھِ سار | تہہ تُم مِل کے کرہُ بچار
ایت اوت کی سوجھی پَرے | کَون کرم میرا کرِ کر مَرے
نِج پد اوپر لاگے دھیانُ | راجا رام نام مورا برھم گیان
مول دوارے بندھیا بندھُ | رَوِ اوپر گہہ راکھیا چَن
پچھم دوارے سورج تپے | میر ڈنڈ سِر اوپر بسے
پَسچم دوارے کی سِل اوڑ | تہہ سِل اوپر کھڑکی اور

کھڑکی اوپر دسواں دوار
کہہ کبیر تا کر انت نہ پار

---

۱ حساب کردو، الگ کردو
۲ بخش دیجیے معاف کیجیے
۳ شیوکی پُری = بنارس
۴ مرشد
۵ بُرے اور نکمے
۶ مولا دھار چکر
۷ بندھن باندھ لیے
۸ سورج
۹ اِڑا ناڑی
۱۰ اوٹ، آگیا چکر
۱۱ برھم ندھر

تمثیلوں سے متعلق شعر

(گوڑی)

ایسو اچرج دیکھیو کبیر | دُدھ کے بھولے بِردے نیر
ہری انگوری گدھا چرے | نت اُٹھ ہاسے ہینگے مرے
ماتا بھینسا اُمہا جائی | کُدِ کُدِ چرے رسا تل پائی

کہہ کبیر پرگٹ بھئی کھیڑ
لیلے کو چونگھے نت بھیڑ
رام رمت مت پرگٹ آئی
کہہ کبیر گُر سوجھی پائی

(گوڑی)

ڈیہہ مُہار لگام پہرا دوں | سگلت جین گگن دوڑا اوں
اپنے بیچار اسواری کیجے | سہج کے پاوڑے پگ دھر لیجے

---

۱ پانی، مایا ۲ خدا کا علم، معرفت الٰہی ۳ نفس امّارہ، حاسد
۴ خوش ہو کر رینکنا ۵ مایا، ہوس ۶ وہ بچھڑا جس کا منھ نہ ہو، نادان
۷ ساتواں طبقہ، پاتال، تحت ثرا ۸ کھیل ۹ خواہش، جذبہ
۱۰ بکری کا بچہ، مذہبی کتابیں ۱۱ تھن کو چوسنا ۱۲ باندھ کر ۱۳ کائنات، خلقت
۱۴ زین ۱۵ مراد یہ کہ نفس کے منھ میں تقوا کی لگام دے کر ساری کائنات کی سیر کردوں ۱۶ رکاب

چل رے بیکنٹھ تجھ ہیں بے تارو لا   ہینچ ہیں تا پریم کے چابک مار دل

کہت کبیر بھلے اسوارا

بید کتیب تے رہینہ نرارا

(گوڑی چیتی)

دیکھو بھائی گیان کی آئی آندھی

سبھے اڑانی بھرم کی ٹاٹی رہے نہ مایا باندھی

دُچتے کی دوئی تھون گرانی موہ بلینڈا لوٹا

ترسنا چھان پری دھر اوپر درمت بھانڈا پھوٹا

آندھی پاچھے جو جل برکھے تیہہ تیرا جن بھینا

کہہ کبیر من بھیا پرگاسا ادے بھان جب چینا

(گوڑی)

جوں کپی کے کر مُشٹ چنن کی لبدھہ نہ تیاگ دیو

جو جو کرم کیئے لالچ سیو تے پھر گرہ پریو

---

۱ اینچ کر، کھینچ کر ۲ کراب، مذہبی کتاب ۳ ٹھاٹ، دھوم
۴ فکرمند ۵ تھونی، بوجھ رکنے کی کھنبا ۶ لالچ کا سامان
۷ سورنج ۸ بندر ۹ ہاتھ کی مٹھی، مشت
۱۰ خکل میں پڑ جاؤ گے ۱۱ چنا

بھگت بن برتھے جنم گیئو

سادھ سنگت بھگوان بھجن بن کہی نہ سچ رہیو

جوں ادیان کسم پرپھلت کنے نہ گھرا دلیئو

تیسے بھرمت ایک جون مہہ پھر پھر کال ہئیو

اِیا دھن جوبن ارست دارا پیکھن کو جو دئیو

ان ہی ماہہ اٹک جو ارجھے اندری پریر لئیو

اودھ انل تن تنکو مندر چہہ دس ٹھاٹ ٹھئیو

کہہ کبیر بھے ساگر ترن کو میں ست گر اوٹ لیئو

(آسا)

بھیل ربابی بلد پکھاوج کوا تال بجاوے

پہر چولنا گدھا ناچے بھینسا بھگت کراوے

راجا رام ککریا برے پکاے کنے بوجھن ہارے کھاے

بیٹھ سنگھ گھر پان لگاوے گھیس گلورے لیاوے

گھر گھر مسری منگل گاوہ کچھوا سنکھ بجاوے

---

۱ باغ ۲ پھول ۳ خوشبو لیتا ہے
۴ گھومتا ہے ۵ مدت، زندگی، میعاد ۶ آگ
۷ سنگھار ۸ فیل، ہاتھی ۹ بردھا، بیل
۱۰ کوا ۱۱ گھونس ۱۲ چوہیا = موش

بنس کے پوت بیاہن چلیا سُئی نے منڈپ چھاے
روپ کنّیا سُندر بیدھ سنتے سنگھ گُن گاے
کہت کبیر سُنوہ رے سنتہ کیٹی پربت کھا ئیا
کچھوا کہے انگار بھلور لوکی سبد سُنا ئیا

(آسا)

کہا سُوان کو سمرت سناے — کہا ساکت پہہ ہر گُن گاے
رام رام رمے رم رہیئے — ساکت سیو بھول نہیں کہیئے
کوا کہاں کپور چرا ئے — کہہ بستیر کو دودھ پیاے
ست سنگت مل بیبک بدھ ہوئی — پارس پرس لوہا کنچن سوئی
ساکت سُوان سبھ کرے کہائیا — جو دھر لکھیا سو کرم کما ئیا
انمرت لے لے نیم سنچائی
کہت کبیر اُ واکو سبھو نہ جائی

---

۱ بانجھ ۲ اونچی ذات والا، روح بیدار ۳ سونے کا منڈپ، جسم
۴ حسین دوشیزہ مایا ۵ خرگوش ۶ پہاڑ، مٹھائی ۷ موٹا پنڈت، کچھوا
۸ بیاہ کے موقع کی آگ ۹ گالی گانے والیاں ۱۰ بیاہ کے موقع کے خوشی کے گانے
۱۱ یہ روحانی بیاہ کی تمثیل ہے۔ ہاتھی، بیل، گدھا اور بھینسا حواس نفسانی کی صورت میں
کیڑے نے پہاڑ کو کھالیا سے مراد ہے کہ جسم نے روح کو نگل لیا۔ انگارا بھی چنچل ہوگیا سے مطلب ہے
کہ عشق روحانی معاملات دنیا سے ملوث ہونے لگا۔ اسی طرح کرٹپ کے ٹھنے سے علم حقیقی مراد ہے
۱۲ کتا، غیر سنت ۱۳ طاقت، سنگت ۱۴ بس والا سانپ
۱۵ برتاد، اخلاق

(آسا)

پہلا پوت پچھے ری مائی — گرو لاگی چیلا کی پائی
ایک اچنبھو سُنہو تم بھائی — دیکھت سنگھ چراوت گائی
جل کی مچھلی ترور بیائی — دیکھت کُترا لے گئی بلائی
تلے رے بیا اوپر سولاں — تس کے پیڑ لگے پھل پھولاں
گھوڑے چار بھینس چراون جائی — باہر بیل گون گھر آئی
کہت کبیر جُ اس پد بوجھے
رام رمت تس سبھ کچھ سوجھے

(آسا)

ساس کی دکھی سسر کی پیاری جیٹھ کے نام ڈرو رے
سکھی سہیلی نند گہیلی دیور کے برہ ہوں جرو رے

---

۱ بیٹا = حیوان ۲ ماں = مایا ۳ مرشد، قول ۴ روحانیت والا
۵ شیر = علم ۶ الہام ۷ مچھلی = کُنڈلینی ۸ درخت، ریڑھ کی ہڈی [illegible]
۹ کتا، بے علم ۱۰ بلّی = مایا ۱۱ پیڑ ۱۲ گھوڑا = نفس ۱۳ غصہ، لالچ کا مقام
۱۴ متعلقات = چکر اور سہستر دل کمل
۱۵ پانچوں ارواح ۱۶ گہیلی، بوری = اشباہ حسن ۱۷ مایا
۱۸ مایا پر قبضہ کرنے والا، مرشد ۱۹ غیر سادھو
۲۰ قوت عمل ۲۱ قوت علم
۲۲ جکڑ رکھا ہے ۲۳ سادھو شخص

میری مت بَوری میں رام بِسار یو کِن بِدھ رہن رہو رے
سیجے رمت نین نہیں پیکھوں اِہ دُکھ کا سوں کہوں رے
باپ ساوکا کرے لڑائی مائیا سد متواری
بڑے بھائی کے جب سنگ ہوتی تب ہُونا ہ پیاری
کہت کبیر پنچ کو جھگڑا جھگرت جنم گوائیا
جھوٹی مائیا سبھ جگ باندھیا میں رام رمت سکھ پائیا

(آسا)

ہم گھر سوت تنہہ نت تانا کنٹھ جنیو تمھارے
تُم تو بید پڑھ گایتری گوبندِ دے سہارے
میری جہبا بسن نین نارائن ہردے بسہہ گوبندا
جم دوار جب پوچھس بورے تب کیا کہس مکندا
ہم گورو تم گوالرگائی جنم جنم رکھوارے
کبھوں نہ پار اُترِ چرائیہ کیسے کھسم ہمارے

---

۱ خدا ہمیشہ دل میں موجود ہے ۲ غرور، گھمنڈ ۳ ہمیشہ ۴ فطرت
۵ سنبھ ۶ خدا، مالک ۷ ہمیشہ کپڑا بُنتے ہیں، تانا کرتے ہیں۔
۸ گلے میں ۹ جب موت کے دروازے تک پہنچ جائیگا یعنی تو بوڑھا ہو جائیگا
۱۰ گوالا، خدا ۱۱ خصم = شوہر

توں بامھن میں کاسی کا جلاہا بوجھہ مور گیا نا
تمہہ تو جاچے بھوپت راجے ہرسوں مور دھیانا

(راگ سُوہی للت)

تھاکے نین سرون سُن تھاکے، تھاکی سُندر کائیا
جرا ہاک دی سب مت تھاکی ایک نہ تھاکس مائیا
باورے تے گیان بیچار نہ پائیا ۱۱ برتھا جنم گوائیا
تب لگ پرانی تسے سرلوہ جب لگ گھٹ مہہ ساسا
جے گھٹ جائی تا بھاو نہ جاسی ہر کے چرن نواسا
جس کو شبد بساوے انتر چوکے تسہہ پیاسا
ہکمے بوجھے چوپڑ کھیلے من جن ڈھائے پاسا
جو جن جان بھجہہ ابگت کو تن کر کچھ نہ ناسا
کہہ کبیر تے جن کبھو نہ ہارہ ڈھال جو جانہہ پاسا

---

۱ ذرا ۲ ہانک، ہنکاری ۳ پیاسا ہوتا ہے
۴ تالاب (سُکھ کا) ۵ جسم ۶ عبدیت کا جذبہ
۷ لفظ، فقرہ ۸ دنیاوی معاملوں سے متعلق پیاس جاتی رہتی ہے
۹ حکم ۱۰ زندگی کی بساط
۱۱ جس نے من کو لگا کر، جوڑ کر

(رام کلی)

دنیا ہشیار بیدار جگت مسیت ہو رہے بھائی
نگم ہشیار پہروا دیکھت جم لے جائی
نیب بھیو آنب، آنب بھیو نیبا، کیلا پاکا جھاڑ
نالی ایرے پھل سیمبر پاکا مورکھ مگدھ گوار
ہر بھیو کھانڈ ریت مہہ بکھرو ہستی چنیو نہ جائی
کہہ کبیر کل جات پانت تج چینٹی ہوی چن کھائی

(بھیرو)

کیوں لیجیے گڑھ بنکا بھائی
دودر کوٹ ارو تیوڑ کھائی
پانچ پچیس موہ مد مچھر تمہاری
جن کریب کو جور نہ پہنچے کہا کروں رگھرائیا

1. اے بھائی منتیت جاگ رہی ہے — 2. نیم آم ہو گیا اور آم نیم ہو گیا
3. بہت زیادہ (شمار و مقدار میں) — 4. سیمبھی — 5. ریت (بالو) میں بکھر گیا
6. ہاتھی سے چنا نہیں جا سکتا۔ ہاتھی بہت بھاری بھرکم جانور ہوتا ہے۔ غرور کی علامت
7. چیونٹی جو بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ انکساری کی علامت ہے۔
8. بانکا — 9. دوہرا قلعہ۔ غذا اور روح کا مخزن
10. گہری خندق — 11. تاثرات، معلومات اور معرفت کا خزینہ
12. پانچ عناصر (اصل) پچیس خواص جو کائنات کی تخلیق کا ذریعہ ہیں
13. محبت — 14. غصہ
15. سب سے قوی مایا ہے یعنی خواہشات۔

(سوہی للت)

ایک کوٹ پنچ سکدارا پنچے مانگہہ ہالا
جمی ناہیں میں کسی کی لوی ایسا دین دکھالا
ہر کے لوگا موکو نیت ڈسے پٹواری
اوپر بھجا کر میں گر پہہ پکاریا تن ہوں لیا اُباری
نوڈاڈی دس منصف دھاوہ رئیت بسن نہ دیہی
ڈوری پوری ماپہہ ناہیں بہہ بسٹالا لیہی
بہتر گھر اک پرکھ سمائیا اُن دیا نام لکھائی
دھرم رائے کا دفتر سودھیا باکی رجم نہ کائی
سنتاں کو مت کوئی نندہ سنت رام ہے ایکو
کہہ کبیر میں سو گرو پائیا جاکا ناون ببیکو

1. قلعہ = جسم — 2. قابلِ اعتماد اور طاقتور نگہبان
3. حالا = حال = کیفیت — 4. زمیں
5. کیفیت کا اظہار زحمت کا سبب ہوتا ہے۔ اس شعر میں کسان سے روح نگہبان سے حواسِ خمسہ، کیفیت طلب کرنے سے تکلیف دینا، زمین جوتنے سے نفسانی اور روحانی معاملوں کے نتیجوں کی طرف اشارہ مقصود ہے
6. ہمیشہ، نت — 7. نفس — 8. نوجمدار، نوذرائع — 9. منصف = حواس
10. رعیت = جذبۂ عبدیت — 11. ڈالی اور تحفے = بیگار = خیالوں میں بھٹکنا
12. معاف — 13. رشوت
14. بہتر کوٹھے والا گھر = جسم — 15. مرد، غرور
16. دھرم راج کا دفتر، منصف کا دفتر — 17. نیکی اور بدی کا علم

(بھیرو)

جب لگ میری میری کرے | تب لگ کاج ایک نہیں سرے
جب میری میری مٹ جائی | تب پربھ کاج سوارہِ آئی
ایسا گیان بچارو منا | ہر کی نہ سمرہُ دکھ بھنجنا
جب لگ سنگھ رہے بن ماہِ | تب لگ بن پھولے ہی ناہِ[1]
جب ہی سیار[2] سنگھ کو کھائی | پھول رہی سگلی بنرائی[3]
جیتو بوڑے[4] ہارو ترے | گر پرسادی پارِ اترے
داس کبیرو کہے سمجھائی
کیول رام رہہُ لو لائی

(بسنت)

جوئی[5] کھسم ہے جائیا[6] | پوت[7] باپ کھیلائیا
بن شتردنا کھیرد[8] پلائیا

---

۱ جب تک جنگل (جسم) میں شیر (نفس) قوی رہے گا اُس وقت تک جنگل میں (روحانی قوتیں) پروان نہیں چڑھ سکیتں   ۲ یہ سیار = مرشد
۳ جہاں جنگل اُگتے ہیں = جسم   ۴ ڈوبے   ۵ عورت، عالم
۶ پیدا کیا ہوا، جنا ہوا   ۷ لڑکا = بے علم
۸ بغیر تھن کے دودھ پلایا یعنی تھوتھا علم دیا۔

کام کواری دکھ سکھ دربانی پاپ پن درواجا
کرودھ پردھان[1] مہابڑ[2] دندر تہ من ماواسی[3] راجا
سواد سناہ[4] ٹاپ ممتا[5] کو کبدھ کمان[6] چڑھائی
ترسنا تیر رہے گھٹ بھیتر اد گڑھ لیو نہ جائی
پریم پلیتا[7] سرت ہوائی[8] گولا گیان[9] چلائیا
برہم اگن سہجے پرجالی ایکہ چوٹ سجھائیا
ست سنتوکھ[10] لے لرنے[11] لاگا تورے دئی درواجا
سادھ سنگت[12] اور گر کی کرپا تے پکریو گڑھ کو راجا
بھگوت بھیر سکت[13] سمرن کی کٹی کال بھے پھاسی
داس کبیر چڑھیا گڑھ اوپر راج لیو ابناسی[14]

---

۱ سردار، سپہ سالار   ۲ بہت زیادہ بکواس کرنے والا
۳ نفس (طبیعت)   ۴ لقمہ، کھانا
۵ ممتا، محبت   ۶ بدعقلی کی کمان چڑھائی
۷ فلیتہ = فتیلہ   ۸ توپ (روح)
۹ علم معرفت کے گولے چلائے   ۱۰ اطمینان، حق
۱۱ لڑنے لگا   ۱۲ سادھو کی صحبت اور مرشد کی توجہ سے
۱۳ طاقت، قوت
۱۴ ایسا راج حاصل کرلیا جو کسی طرح مٹ نہیں سکتا

دیکھہُ لوگا کلِ کو بھاؤ ۔ سُت مُکلائی[1] اپنی ماؤ[2]

بوگا بنُ ہُریا[3] مارتا ۔ بدنے[4] بن کھِر کھِر[5] ہاستا

بِن درابنُ نرپے سووَے ۔ بنُ باسن[6] کھیر[7] بلووے

بنُ استھن[8] گو[9] بسیری ۔ پیڑے[10] بنُ باٹ گھنیری

بنُ ست گر باٹ نہ پائی

کہہُ کبیر سمجھائی

(بسنت)

نائیکُ[11] ایکُ بنجارے[12] پانچ ۔ بردھ[13] پچیسک سنگُ کاچ[14]

نو بہیاں[15] دس گونِ[16] آہِ ۔ کسن[17] بہتر لاگی تاہِ

موہِ آیسے بنج سیو نہیں کاج ۔ جیہِ گھٹے مول نت بڑھے بیاج

سات سوت[18] مل بنجُ کین ۔ کرم بھاونی[19] سنگ لین

تین[20] جگاتی کرت رار[21] ۔ چلو بنجارا ہاتھ جھار

پونجی[22] ہرانی بنجُ ٹوٹ ۔ دہ دس[23] ٹانڈو گیو پھوٹ

---

[1] آزاد کرلیا [2] اپنی ماں = (مایا) خواہشات [3] لات [4] منہ
[5] کھِل کھِل کر [6] برتن = صداقت [7] دودھ = حقایق و معرفت کی باتیں
[8] تھن، حقیقت [9] لالچ، محبت [10] علایق، متعلقات = درخت
[11] ایک نایک = جسم [12] پانچ بنجارے = حواس خمسہ [13] بیل - دنیا کو وجود بخشنے والی قوتیں
[14] اکچا [15] نو ڈولیاں، دروازے، سمتیں [16] بوریا = دس حِسّی قوتیں
[17] بہتر پیٹیاں، رسّیاں [18] سات دھاتیں [19] عورت
[20] یعنی: ست گرد، رجوگرد [21] لڑائی جھگڑا
[22] سرمایہ = اصل حیات = روح [23] دس حواس

کہہ کبیر مَن سرسی کاج
سہج سمانو تا بھرم بھاج

صوفی مت سے تعلق رکھنے والے شعر

(گوڑی)

پھرمانُ تیرا سِرے اُوپر، پھِر نہ کرت بیچار
تہیں دریا، تہی کریا، تجھہ سے تے نِستار
بندے بندگی اِکتیار || ساہبُ روسُ دھرو کہ پیار
نام تیرا آدھار میرا جیون پھول جَتی ہے نارِ
کہہ کبیر گلامُ گھر کا جیاے بھاوے مارِ

(آسا)

ہم مسکین کھدائی بندے، تُمرا جسُ مِن بھاوے
اَللہ اَوَلِ دین کو ساہبُ جورِ نہیں پھُر ماوے
کاجی بولیا بَنِ نہہ آوے
روجا دھرے، نماج گجارے، کلما بھِست نہ ہوئی
ستہہ کرو اگھٹا ہی بھیتر جو کر جانے کوئی

---

۱ آپ کا فرمان میرے سر کے اوپر ہے ۲ تو ہی دریا ہے اور تو ہی ملاّح ہے ۳ اے بندے تو بندگی اختیار
۴ آپ صاحب ہیں، غصہ ہوں یا پیار کریں ۵ آگ پھول ہو جائیگی ۶ یہ آپ کے گھر کا غلام ہے
۷ ہم مسکین، خدا ہی کے بندے ہیں، جیسا بھی تمھارا جی چاہے معاملہ رکھو ۸ اللہ اول ہے سب سے
قدیم ہے ۹ کمزور کے ساتھ جور یا ظلم نہ ہو ۱۰ ٹھیک طرح سے بولنا نہیں آرہا ۱۱ روزہ رکھے
نماز ادا کرے، اِس کے باوجود کلمہ بھی درست (سَت) نہیں ہو سکا ۱۲ اَکھٹ مرقع یعنی سیج با
کڑوی ہوتی ہے ۱۳ لیکن گرنتھ صاحب میں اس طرح سے ہے ع
ستر کعبہ گھٹ ہی بھیتر جیکر جانے کوئی

نواج سوئی جو نیاو بچارے کلما اَکلہہ جانے
پانچہہ مُسِ مُسلا بچھاوے تب تو دین پچھانے
کھسم پچھانِ ترس کرِ جیہ مہہ مارِ منی کرِ پھیکی
آپ جنائی اور کو جانے تب ہوئی بھِست سریکی
ماٹی ایک بھیکھ دھرِ نا نان تان مہہ برہمُ پچھانا
کہے کبیر ابھِست چھوڈِ کر دوجک سوں من بانا

(آسا)

روجا دھرے مناوے اللہ سُوادت جیہ سنگھارے
آپا دیکھِ اور نہیں دیکھے کاہے کو جھکھ مارے
کاجی ساہبُ ایک توہی مہہ تیرا سوچ بچارِ نہ دیکھے
کھبرِ نہ کرہِ دین کے بورے تاتے جنمُ الیکھے

---

۱ نماز وہ ہے جو فکر و عمل میں اعتدال (نیاے) پیدا کرے ۲ کلمہ کو عقل سے
(شعوری طور پر) قبول کرے ۳ پانچوں وقت خلوص کے ساتھ مصلا بچھائے
(نماز پڑھے) تب سمجھنا چاہیے کہ اُس نے دین (مذہب) کو پہچان لیا۔
۴ مالک کو پہچان کر دل میں اُس کا خوف پیدا کرے ۵ غرور کو مار کر پھینک دے
۶ خود بھی حقیقت کو پہچانے اور دوسروں تک بھی اس علم کو پہنچانے تب
وہ بہشت میں شریک ہوگا۔
۷ جنت کو چھوڑ کر دوزخ سے تعلق پیدا کر لیا ہے۔
۸ ذائقہ زندگی کے ساتھ ساتھ ہیں ۹ خود کو دیکھے
۱۰ قاضی اور مالک ۱۱ کمزور کی اگر خبر گیری نہ کرو گے
۱۲ بے حساب، پریشان

ساچ کتیب بکھانے اللہ نا ریہ کچھ نہیں کوئی
پڑھے گنے ناہیں کچھ بورے[1] جو دل مہہ کھبر نہ ہوئی[2]
اللہ گیب[3] سگل[4] گھٹ بھیتر ہردے لیہو بچاری
ہندو ترک دہوں مہہ ایکے کہے کبیر پکاری

(تلنگ بانی)

بید کتیب افترا[5] بھائی دل کا پھکر[6] نہ جائی
ٹک دم کراری[7] جو کرہ حاجر ہجور کھدائی[8]
بندے کھوج دل ہر روج[9] نا پھرو پریشانی[10] ماہِہ
اِہ جو دنیا سہر[11] میلا دستگیری[12] ناہِہ
دروگ[13] پڑھ پڑھ کھسی ہوئی بیکھبر باد بکاہِ
حق[14] سچ کھالک[15] کھلک میانے سیام[16] مورت نا

---

1 نادان　2 اگر دل کو خبر نہ ہو سکی
3 اللہ غیب ہے، نظر نہیں آتا　4 کُل، تمام
5 افترا، گپ　6 دل کا فکر دور نہیں ہوتا
7 قراری۔ اگر ذرا دم کو روک کر رکھو
8 سامنے خدائی حاضر ہو جائیگی　9 روزانہ، ہر روز
10 پریشانی میں مبتلا نہ رہو　11 شہر
12 دستگیری کرنے والا کوئی نہیں ہے　13 دروغ، جھوٹ
14 حق، خدا　15 خالق اپنی تخلیق میں موجود ہے
16 شیام

آسماں[1] میانِ لہنگ دریا گسل کردن بود
کرِ بھکر دایم لائی جسم جہتہا موجود
اللہ پاکنگ پاک ہے شک[2] کرو جے دوسر ہوئی
کبیر کرم[3] کریم کا اُہ کرے جانے سوئی

(پربھاتی)

اول[4] اللہ نور اُپایا کدرت[5] کے سبھی بندے
ایک نور تے سبھ جگ اُپجیا کون بھلے کو مندے
لوگا بھرم نہ بھولہُ بھائی
کھالک[6] کھلک، کھلک مہہ کھالک پور رہیو سب ٹھائی[7]
ماٹی ایک انیک بھانت کر ساجی ساجن ہارے[8]
نا کچھ پوچ ماٹی کے بھانڈے، نا کچھ پوچ کنبھارے[9]

---

1 یہ شعر بہ زبانِ فارسی معلوم ہوتا ہے لیکن کئی لفظ ناقابلِ فہم ہیں۔ جو سمجھ میں آتے ہیں یہ ہیں: آسمان میانِ .... دریا غسل کردن بود
.... فقر ... دایم ... جشم جہت ہا موجود
2 شک　3 کریم یعنی خدا کا کرم ہے
4 سب سے پہلے خدا نے اپنا نور پیدا کیا　5 قدرت
6 خالق میں خلق اور خلق میں خالق کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔
7 سب ٹھائیں (ہر جگہ) موجود ہے۔
8 سجانے والے (خالق) نے ایک مٹی سے مختلف قسم کی صورتیں پیدا کیں
9 نہ یہ کمہار ہی کچھ پوچ (لچر، اناڑی) ہے

توں ناپاکُ پاکُ نہیں سوجھیا تِس کا مرمُ نہ جانیا
کہِ کبیر بھِسَتِ تے چوکا دوجک سِیو منُ مانیا

---

۱ کبیر کہے گا کہ وہ شخص بہشت سے چوک گیا اور اُس نے خود کو دوزخ سے متعلق کرلیا۔

سَبھ مہِ سَچا ایکو سوئی تِس کا کیا سبھُ کچھُ ہوئی
ہُکمُ پچھانے سُو ایکو جانے بَندا کہیئے سوئی
اَللہ[1] اَلکھ، نہ جائی لکھیا[2]، گرُ گُڑُ دینا بیٹھا
کہِ کبیر میری سَنکا[3] ناسی سَرب نِرنجن ڈیٹھا

(پربھاتی)

بید کتیب[4] کہہُ مَت جھوٹھے، جھوٹھا جو نہ بچارے
جو سبھ مہِ ایکُ کھدائی کہت ہو تو کیو مُرگی[5] مارے
مُلّاں کہہُ نیا و کھدائی ۔۔ تیرے من کا بھرم نہ جائی
پکرِ جیو آنیا دیہہ بِناسی مائی کو بِسمِل[6] کیا
جوتِ سروپ اناہت لاگی کہہُ ہلالُ[7] کیو کیا
کیا اُجُو[8] پاکُ کیا مُہ دھوئیا کیا مسیت[9] سِر لائیا
جو دل مہِ کپٹُ نِواج گجارہُ کیا ہج کابے جائیا[10]

---

۱ اللہ مطلق ہے، جو نظر نہیں آتا ۔ ۲ اُسے دیکھا نہیں جاسکتا
۳ سَنکا ، ڈر ، کھٹکا ، شبہ
۴ مذہبی کتابوں (بید، قرآن) کو جھوٹا نہ کہو، جھوٹا تو وہ ہے جو اِن کی تعلیمات پر غور نہیں کرتا ۵ مرغی کی جان کیوں لیتے ہو کہ اس میں بھی تو خدا ہے
۶ زخمی کیا ۔ ۷ حلال کیوں کیا
۸ وضو پاک کیا تو کیا ۔ ۹ مسجد میں سر ٹیکا یعنی سجدہ کیا تو کیا
۱۰ اگر دل میں کدورت یا کھوٹ ہے تو نماز پڑھنے یا حج کے لیے کعبے تک جانے سے کیا حاصل ہوگا۔

(آسا)

[1] دہ برس بالپن بیتے، بیس برس کچھ تپ نہ کیئو

تیس برس کچھ دیو نہ پوجا پھر پچھتانا برِدھ[2] بھئیو

میری میری کرتے جنم گئیو ساگر[3] سوکھ بھج[4] بلیئو

سوکے سرور[5] پال بندھاوے لونے کھیت ہتھ وار[6] کرے

آئیو چور[7] ترنتہہ لے گئیو میری راکھت مگدھ[8] پھرے

چرن سیس کر کمپن[10] لاگے، نینن نیر[11] اسار بہے

جہوا[12] بچن شدھ نہیں نکسے تب رے دھرم کی آس کرے

ہرجیو کرپا کرے لیو لاوے لاہا[13] ہر ہر نام لیئو

گرپرسادی ہر دھن پائیو انتے چل دیا نال چلیئو[14]

کہت کبیر سنہو رے سنتہو ان دھن کچھو نے لے نہ گئیو

آئی تلب[15] گوپال رائے کی مائیا مندر چھوڑ چلیو

---

[1] معلوم ہوتا ہے کہ یہ اشعار کبیر نے باسٹھ (۶۲) برس کی عمر میں کہے تھے اور اس عمر کو انھوں نے بڈھاپے سے تعبیر کیا ہے [2] بوڑھا [3] کل = جسم کی صورت اصلی قایم رکھنے والا سمندر [4] قحط کی صورت کا سانپ = بھجنگا، یا نہیں، بازو [5] طاقت لے لی [6] سوکھے تالاب کی مینڈ (پال) بندھوا تا ہے [7] کٹے ہوئے کھیت کی نگرانی کرتا ہے [8] چور = موت [9] بیوقوف

[10] پیر، سر، ہاتھ کانپنے لگے۔ بڈھاپے کے اثر سے رعشہ ہوگیا [11] آنکھوں سے بے فایدہ پانی بہنے لگا [12] جس وقت زبان سے بات بھی صاف نہیں نکلتی [13] فایدہ مند، نفع بخش [14] جب نبض چھٹنے لگیں، جسم ماؤف ہو جائے [15] مالک کی طرف سے طلبی آگئی۔

متفرق اشعار

گوڑی

نندو نندو[1] مو کو لوگ نندو

ندا[2] جن کو کھری پیاری
ندا باپ ندا مہتاری[3]

ندا ہوی تے بیکنٹھ جائیے
نام پدارتھ[4] منہہ بسائیے

ردے شدھ[5] جو ندا ہوئی
ہمرے کپرے[6] نندک دھوئی

ندا کرے سو ہمرا میت[7]
نندک ماہہ ہمارا چیت

نندک سو جو ندا ہورے[8]
ہمرا جیون نندک لورے[9]

ندا ہمری پریم پیار
ندا ہمرا کرے ادھار[10]

جن کبیر کو ندا سار[11]
نندک ڈوبا ہم اترے پار

---

[1] کہا گیا ہے کہ کبیر "فرقۂ ملامتیہ" سے تھے یعنی انھوں نے خود پر ایسی حالتیں طاری کر لی تھیں کہ لوگ انھیں ملامت کریں۔ یہ شعر اسی خیال کے مؤید ہیں۔

[2] ملامت، بدنامی۔ [3] ماں، والدہ

[4] مادّہ، اصل [5] ہندی: شُدھ = پاک، نیکنام

[6] ہمارے کپڑے ملامت کرنے والا ہی دھوئیگا، نجاست کو دور کر کے پاک کر دیگا۔ [7] بُرا کہنے والا، ملامت کرنے والا

[8] برابر کرے، ڈھونڈھ نکالے [9] آرام پہنچاتا ہے، لطیف بناتا ہے

[10] اصلاح کرتی ہے، نفع پہنچاتی ہے [11] نگہبانی کرنے والا، ناخدا

کیوں چھوٹوں کیسے تروں بھوجل ندھ بھاری
راکھ راکھ میرے بیٹھلا جن سرن تمھاری

بکھے بکھے کی باسنا تجیا نہ جای | اَنِک جتن کر راکھیے پھر پھر پھیٹای
جرا جیون جوبن گیا کچھ کیا نہ نیکا | اِہ جیرا نرمول کو کوڈی لگ میکا
کہہ کبیر میرے مادھوا توں سرب بیاپی
تم سمسر ناہیں دئیال موہ سمسر پاپی

(گونڈ)

سنت ملے کچھ سنیئے کہیئے | ملے اسنت ہٹ کر رہیئے
بابا بولنا کیا کہیئے | جیسے رام نام رَو رہیئے
سنتن سیو بولے اپکاری | مورکھ سیو بولے جھکھ ماری
بولت بولت بڑھہِ بکارا | بن بولے کیا کرہِ بچارا
کہہ کبیر چھوچھا گھٹ بولے
بھریا ہوئی سو کبہو نہ ڈولے

---

۱ چنچل، بشنو کی ایک مورتی ۲ ہندی: شرن = پناہ ۳ اِس انمول زندگی کو کوڑیوں کے مول کی سمجھ کر پھینک دیا ۴ آپ کا جیسا مہربان اور میرا جیسا خطا کار دوسرا نہیں ہوسکتا ۵ سنت ملے تو پھر اپنی سنائے اور دوسرے کی سنے ۶ جو سنت نہیں ہے اگر اُس کا سامنا ہو تو خاموش رہنا ہی مناسب ہے ۷ ہسٹ = ہٹ ۸ خاموش رہنے کا اشارہ ۸ لطف حاصل کرنا، محو ہو جانا ۹ فلاح حاصل ہوگی بہبود ملیگی ۱۰ جو شخص جاہل سے بولیگا گویا جھک ماریگا ۱۱ وہ بولتے بولتے ہی بیکار بوڑھا ہو گیا۔ وہ بولنے کے سوا اور کر ہی کیا سکتا ہے ۱۲ خالی۔

(گوجری چوپدا)

چار پاد دُوی سِنگ گُنگ مُکھ تب کیسے گُن گئی ہے
اُٹھت بیٹھت ٹھینگا پَری ہے تب کت موڈ لُکئی ہے
ہر بِن بَیل برانے ہُوئی ہے
پھاٹے ناکن، ٹوٹے کاندھن کودو کو بُھس کھئی ہے
سارو دِن ڈولت بن مہیا اجہہ نہ پیٹ اگھئی ہے
جب بھگتن کو کہیو نہ مانو کیو اپنو پئی ہے
دُکھ سُکھ کرت مہا بھرم بوڈو انک جونِ بھرمئی ہے
رتن جنم کھوئی پربھو بِسریو اِہ اَوسر کت پئی ہے
بھرمت پھرت تیلک کے کپ جیوں گت بِن رین بہئی ہے
کہت کبیر رام نام بِن موڈ دُھنے پچھتئی ہے

(بلاول)

گرہ تج بنکھنڈ جئی ہے چُن کھئی ہے کندا
اجہوں بکار نہ چھوڈئی اِسے پاپی من مندا

---

۱ گونگا ۲ ٹھینگا، ڈنڈا ۳ تب سر کو کہاں چھپائیگا
۴ کودوں چاول کی ایک قسم ہے چنانچہ محاورہ بھی ہے "متوالی کودوں کھالینا"
۵ چھک جائیگا، سیر ہو جائیگا ۶ اپنا کیا ہوا پائیگا
۷ بازیگر

رَج گُن[1]، تم گُن[2]، سَت گُن[3] کہیئے اِیہہ تیری سبھ مائیا
چوتھے پد کو جو نرو چینھے تِن ہی پرم پدُ[4] پائیا
تیرتھ برت نیم شُچ[5] سنجم سدا رہے نہکا ما
تِرِسنا اَرو مائیا بھرمُ چوکا چِتوَت آتم راما
جِہہ مندِر دیپکُ پرگاسیا اندھکار تہہ ناسا
نِربھو پور رہے بھرمُ بھاگا کہہ کبیر جن داسا

ایضاً

کام کرودھ ترِسنا کے لینے[7] گَت نہی ایکے جانی
پھوٹی آنکھہ کچھو نہ سوجھے بوڈ[6] موئے بِن پانی
چلت کَت ٹیڑھے ٹیڑے ٹیڑے
اَسْت[8] چرم بِشٹا[9] کے موندے[10] دُرگندھ[11] ہی کے بیڑے
رام نہ جپہُ کون بھرم[12] بھولے تم تے کال نہ دورے
اَنِک جتن کر اِہِ تنُ راکھہُ رہے اَوستھا پورے

---

1 صفاتِ ظاہری 2 منفی اوصاف 3 صفات حسنہ
4 چوتھا مرتبہ = نجات 5 ہندی: شُوَچ = پاک 6 ڈوبا ہوا، جکڑا ہوا
7 پھوٹی آنکھ سے کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا 8 ہڈی 9 ہندی: وِشٹا = بیٹ، پاخانہ
10 بیٹ سے ڈھکا ہوا، بند کیا ہوا
11 بدبو ہی کا پردا
12 تم کس دھوکے میں پڑے ہوئے ہو، موت تم سے دور نہیں ہے۔

(مارُو)

رام سِمر پچھتا ہینگا مَن
پاپی جیئرا لوبھُ کرت ہے آج کال اُٹھ جاہینگا
لالچ لاگے جنمُ گوائیا مائیا بھرم بُھلا ہینگا
دھن[1] جوبن کر گربُ نہ کیجے کاگد جیوں گل جاہینگا[2]
جَو جمُ[3] آئے کیس گہہ پٹکے تا دن کچھُ نہ بسا ہینگا
سِمرنُ بھجنُ دئیا نہیں کینی تو مکھ چوٹا کھا ہینگا[4]
دھرم رائے جب لیکھا مانگے کیا مکھُ لے کے جاہینگا
کہتُ کبیر سُنہُ رے سنتہُ سادھ سنگت تر جاہینگا

(کیدارا)

اُستت[5] نندا دوا و بِبرجِت تجہہُ مانُ اَبھمانا[6]
لوہا کنچن سم کر جانہیں تے مورت بھگوانا
تیرا جنُ ایک آدھ کوئی
کامُ کرودھُ لوبھُ موہُ بِبرجِت ہرِ پدُ چینھے سوئی

---

1 دولت اور جوانی کا غرور نہ کیجیے کہ یہ بے ثبات ہیں 2 کاغذ کی طرح گل جائیگا
3 جب موت کا فرشتہ سر کو پکڑ کر پٹک دیگا۔
4 تو منہ کی چوٹ کھائیگا
5 توصیف اور ملامت دونوں بے سود ہیں 6 غرور
7 جو لوہے اور شیشے کو یکساں خیال کریں۔

آپن کِیا کچھُ نہ ہووَے کِیا کو کرَے پرانی[1]
جا تِس ہُ بھاوَے ستِ گرُو بھیٹے ایکو نامُ بکھانی
بلُوّا کے گھرَ دا جہہِ بستے پھُلوت دیہہ اَریانے
کہہُ کبیرَ جہہِ رامُ نہ چیتو بوڈے بہت سیانے[2]

(ایضاً)

چار دِن آپنی نوبت چلے بجائے
اِتنک کھٹیا[3] گٹھیا مٹیا سنگِ نہ کچھُ لے جائے
دیہُری[4] بیٹھی مہری[5] روَوے دوارَے لوَ سنگ مائے[6]
مرہٹ لگِ سبھُ لوگُ کٹنبُ مِلِ ہنس اکیلا جائے
وَے سُت وَے بِت، وَے پُر پاٹن[7] بہُرِ نہ دیکھے آئے
کہت کبیرو رام کی نہ سِمرہُ جنمُ[8] اکارتھ جائے

(بھیرو)

نانگے آوَن نانگے جانا کوئی نہ رہیَے راجا رانا
رامُ راجا نو نِدھِ میرے سنپَے[8] ہیتُ کلتُ دھَنُ تیرے[9]

1 حیوان، مجازاً آدمی، فرد 2 ہوشیار، چالاک 3 کھاٹ، گٹھڑی، گٹھڑا
4 دہلیز میں بیٹھی ہوئی 5 عورت، بی بی 6 ماں
7 پٹن، ایک شہر کا نام 8 سنپت، دولت 9 عورت، بی بی

آوت سنگ نہ جات سنگاتی کہا بھئیو دَرِ[1] باندھے ہاتھی
لنکا گڑھ سونے کا بھئیا مورکھُ راون کیا لے گئیا
کہہِ کبیر کچھُ گنُ بیچارُ
چلے جو آری دوئی ہتھ جھارُ[2]

(ایضاً)

سو مُلّاں[3] جو مَن سیو لرَے گُر اُپدیس کال سیو جرَے[4]
کال[5] پُرکھ کا مردے مانُ تِس مُلا کو سدا اسلام
ہے ہجور[6] کت دورِ بتاوہُ دُندر باندھہُ سُندر پاوہُ[7]
کاجی سو جو کائیا بیچارَے کائیا کی اگنِ برھمُ پر جارَے
سپنَے بندُ نہ دے ای جھرنا تِس کاجی کو جرا نہ مرنا
سو سُرتان[9] جو دوئی سُر تانَے باہر[10] جاتا بھیتر آنے

1 کیا ہوا اگر کسی نے اپنے دروازے پر ہاتھی باندھ لیے
2 جو اری دونوں ہاتھ جھاڑ کر چل دیے
3 مُلّا (مذہب پر صحیح عمل کرنے والا) وہ ہے جو اپنے نفس سے مقابلہ کر کے اُسے زیر کرے
4 موت سے مقابلہ کرے 5 موت کا فرشتہ 6 سامنے ہے
7 جو معرکہ کو سر کرے 8 وہ عیش پائیگا
9 سلطان — اِس لفظ کے 'ہندوی' میں مروّج تلفظ سے کبیر نے یہ عمدہ مضمون تلاش کیا ہے — سلطان وہ ہے جو دونوں سُروں پر قادر رہے۔
10 وسوسوں کو جسم کے باہر نکال دیتا ہے اور تمام تجربات کو اپنے ذہن اور فکر میں جگہ دیتا ہے۔

گگن منڈل مہہ لشکر[1] کرے — سو سُرتان چھتر سر دھرے
جوگی گورکھ گورکھ کرے — ہندو رام نام اُچرے
مسلمان کا ایک کھدائی[2]
کبیر کا سوامی رہیا سمائی[3]

(بھیرو بانی)

سبھ کوئی چلن کہت ہے اوہاں — ناجانو بیکنٹھ ہے کہاں
آپ آپ کا مرم نہ جانا — باتن ہی بیکنٹھ بکھانا
جب لگ من بیکنٹھ کی آس — تب لگ ناہیں چرن نواس
کھائی کوٹ[4] نہ پرل[5] پگارا — ناجانو بیکنٹھ دُوارا
کہے کبیر اب کہیئے کاہ
سادھ سنگت بیکنٹھے آہ

(راگ سارنگ بانی)

کہا نر گربس تھوڑی بات
من دس ناج، ٹکا چار، گانٹھی اینڈو[6] ٹیڑھو جات

---

۱ لشکر، فوج ۲ خدا ۳ آسمان والا
۴ قلعہ ۵ چاردیواری کا پتھر، فصیل کا پتھر
۶ اینڈو، اینٹھ کر

کہت پرتاپ گاؤں سو پائے دُئی لاکھ ٹکا برات
دوس چار کی کرہُ ساہبی[1]، جیسے بن ہر پات[2]
نا کوؤ لے آئیو ایہہ دھن، نہ کوؤ لے جات
راون ہوں تے ادھک چھتر پت کھن مہہ گئے بلات[3]
ہر کے سنت سدا تھر پوجہو[4] جو ہر نام جپات
جن کو کرپا کرت ہے گوبند تے ست سنگ ملات
مات، پتا، بنتا، سُت، سنپت انت نہ چلت سنگات
کہت کبیر رام بھجُ بورے جنم اکارتھ جات

---

۱ صاحبی، مالک ہونا ۲ جنگل کے درخت
۳ روتے ہوئے ۴ گرنتھ صاحب لیکن 'اصل' میں "جپہو"

کہت پرتاپ گاوں سو پاے دُئی لاکھ[۱] کا برات
دِوَس چار کی کَرَہُ سا[۲] ہِبِی، جیسے بَنہَر پات
نا کوُو سے آیو اِیہہ دَھن، نہ کوُو لے جات
راون ہوں تے اَدِھک چھتر پت کھِن مَنہہ گیے بِلات
ہَر کے سَنت سدا تھِر پُوجہو جو ہَر نام جپات
جِن کو کِرپا کرت ہے گوبند تے سَت سَنگ مِلات
مات، پِتا، بَنِتا، سُت، سَنپت اَنت نہ چلت سَنگات
کہت کبیر رام بھجُ بَورَے جنم اَکارتھ جات

---

[۱] صاحبی، مالک ہونا   [۲] جنگل کے درخت

[۳] روتے ہوئے   [۴] گرنتھ صاحب، لیکن "اصل" میں "جہو"